

578
A/28

تاریخ ممتاز

(آخری تاجدار اودھ واجد علی شاہ کے خطوط اپنی بیگم اکلیل محل کے نام)

مرتبہ

ڈاکٹر محمد باقر ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)

رٹیس

شعبہ فارسی — دانشگاہ پنجاب

لاہور

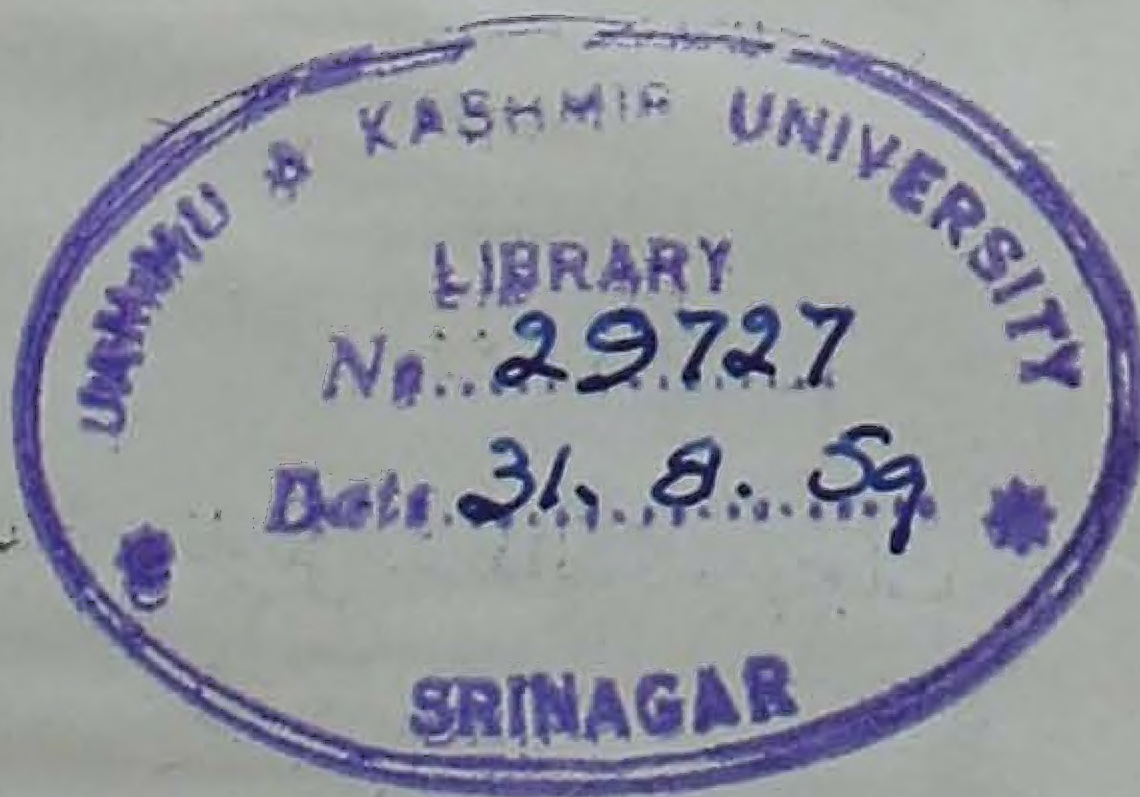
مشیح غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
مائیسہ بازار امیر اکدل سرینگر کشمیر

قرآن مجید، مذہبی، علمی، ادبی اور درسی کتبوں کا مرکز
علوی بک ڈپو۔ محمد علی روڈ۔ بمبئی ۴۰۰۰۱۱

U6
892

✓
CHECKED

4
~~891.46~~
~~M 44 T~~



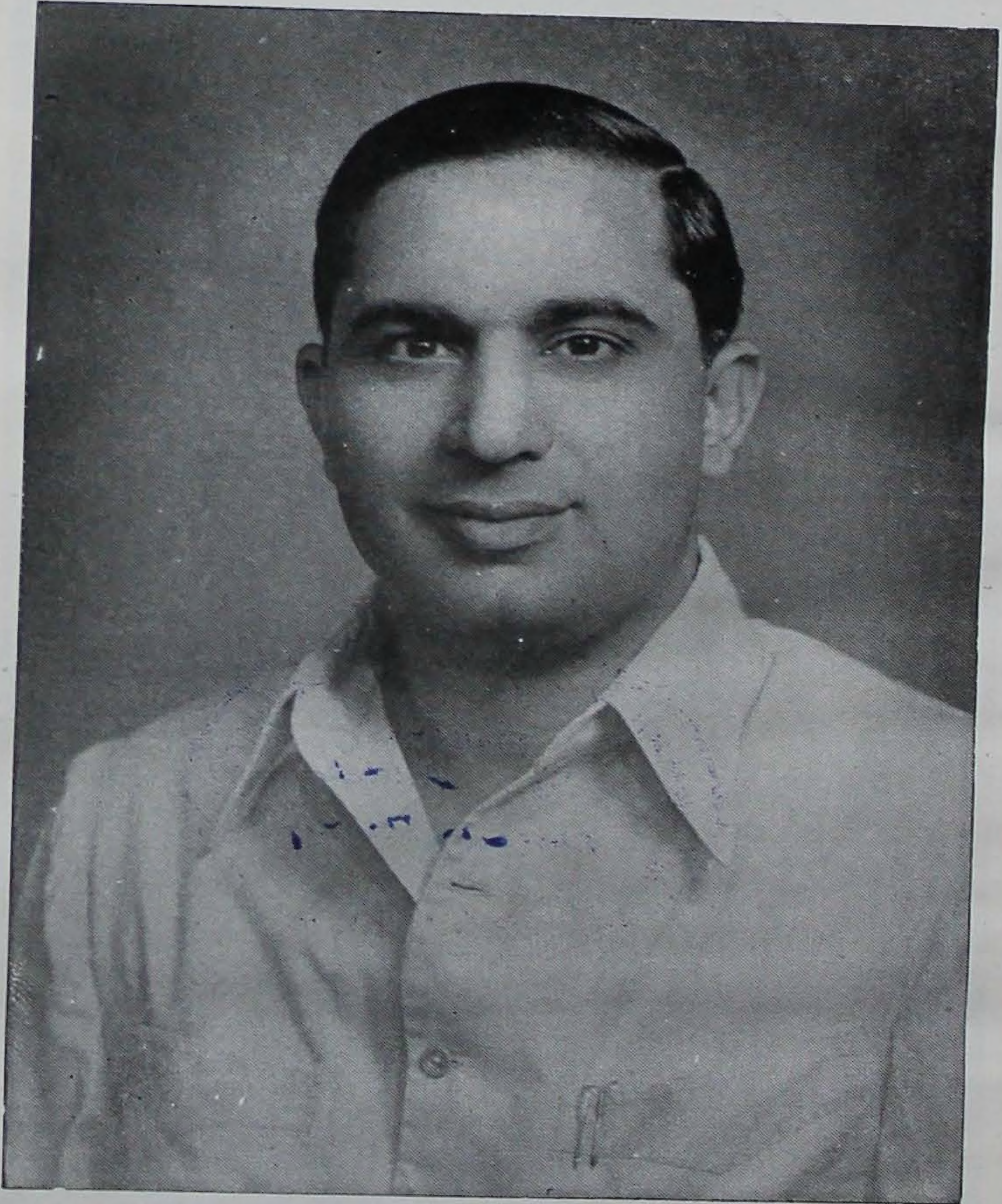
ST 01

HP

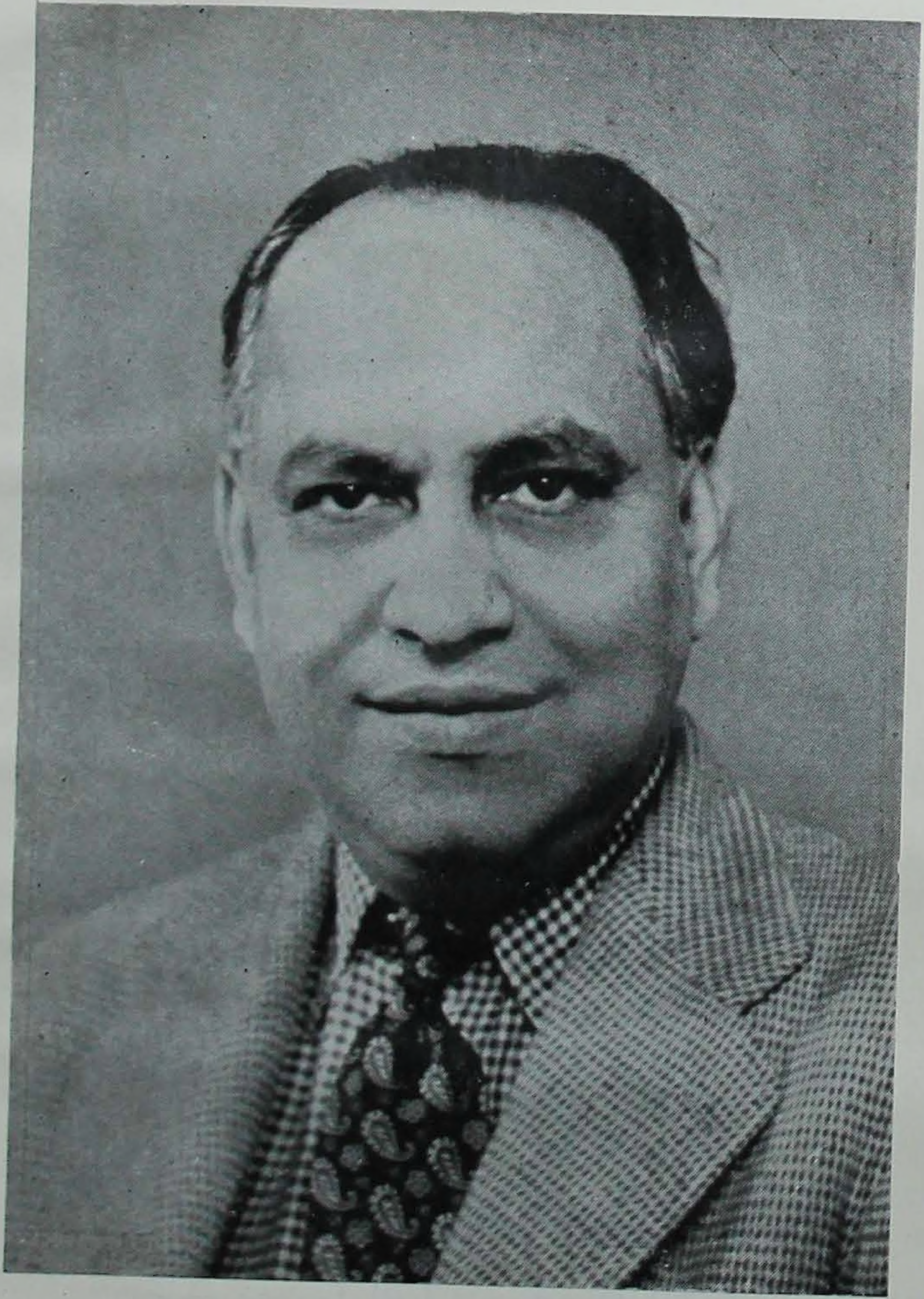
عزیزان



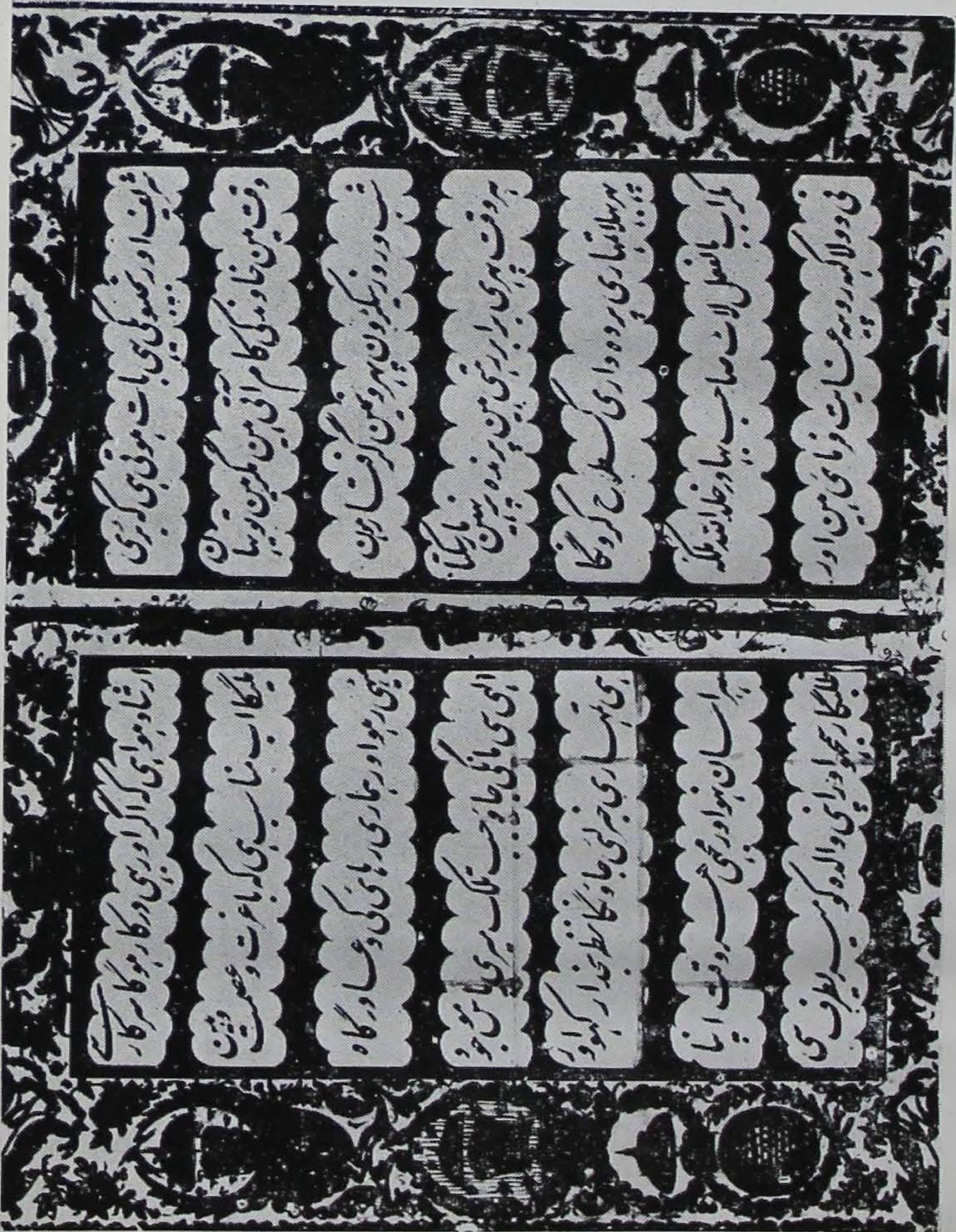
2708



ڈاکٹر محمد باقر ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)



مرحوم ڈاکٹر محمد دین تاثیر



مخطوطہ کے ایک ورق کا عکس



واجد علی شاه

انتساب

ڈاکٹر محمد دین تاثیر مرحوم کے نام

جن کی وساطت سے یہ نادر خطوط ہم تک پہنچے

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تعداد

۱۰۰۰

مارچ

۱۹۵۲

قیمت

۵۸.
۶.۵۰
۱۸

اردو مرکز - لاہور

تاریخ ممتاز

(آخری تاجدار اودھ کے خطوط)

تعارف

آخری تاجدار اودھ سلطان عالم نواب واجد علی شاہ ابن امجد علی شاہ ۱۰ ذوالقعدہ ۱۲۳۸ھ (مطابق ۱۹ جولائی ۱۸۲۳) یوم سہ شنبہ کو پہر دن چڑھے شبستان عدم سے انجمن وجود میں آئے۔ اور روز شنبہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ (مطابق ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء) کو ۲۵ سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔ ۳۲۹ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ (مطابق ۷ فروری ۱۸۵۶ء) کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ اور ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے ملک اودھ کو انگریزی مقبوضہ علاقہ کے ساتھ ملحق کر لیا۔ اور واجد علی شاہ کو معزول کر کے پندرہ لاکھ روپے سالانہ آس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ واجد علی شاہ نے انگریزوں کے اس فیصلہ کو اپنی بے بسی کی وجہ سے منظور تو کر لیا لیکن اسے قرین انصاف تسلیم نہ کیا۔ اور اپنے مشیروں کی صلاح سے

۱۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ ، حصہ پنجم ، ص ۴۶ اور محمد تقی احمد : واجد علی شاہ ، ص ۳۲ -

۲۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ ، حصہ پنجم ص ۱۲۰ -

۳۔ ایضاً ، ص ۲۶۵ - واجد علی شاہ کے اپنے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۲۷ تاریخ کو ۱۲۷۱ھ میں پیش آیا :

دلا بست و ہفتم تھی اس ماہ کی
اکھتر تھے سن بارہ سو پر زیاد
چھٹی سلطنت جس میں مجھ شاہ کی
تو میری زباں سے رکھ اب اس کو یاد
("حزن اختر" ص ۳۸)

اس بات پر آمادہ ہوئے کہ لندن جا کر داد خواہی کریں - چنانچہ ۵ رجب ۱۲۷۲ھ (مطابق ۱۳ مارچ ۱۸۵۶ء) بروز پنجشنبہ پھر رات گئے اپنے پھوپھا نواب حسام الدولہ بہادر کو لکھنؤ میں اپنا مختار بنا کر راہی کانپور ہوئے۔ سامان سفر درست کرنے کے بعد بادشاہ ۷ اپریل کو کانپور سے روانہ ہو کر ۱۶ اپریل کو بنارس پہنچے۔ راستے میں ایک ہفتہ الہ آباد میں قیام ہوا۔ لکھنؤ سے بنارس تک سفر بگھی میں ہوا۔ کیونکہ اُس وقت تک ریل نہیں بنی تھی۔ واجد علی شاہ نے خود اس سفر کا حال اپنی مثنوی 'حزن اختر' میں لکھا ہے :

کیا ۲ بندے نے لکھنؤ سے سفر
رجب بھر رہے کانپور میں مقیم
دکھائی دیا ماہ شعبان کا جب
الہا جو آباد ہے ایک نام
بنارس میں آکر رہے چودہ روز
لیا ساتھ تھوڑا سا کچھ ماحضر
برنڈن کے بنگلہ میں با خوف و بیم
روانہ ہوئے واں سے با صد تعب
رہے آٹھ دن اس میں اے خوش خرام
وہ راجہ کی کوٹھی میں ہم سینہ سوز

بنارس کے راجہ کی میزبانی سے محفوظ ہوتے ہوئے وہیں سے دخانی جہاز پر سوار ہو کر راہی کلکتہ ہوئے۔ اور ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو مٹیا برج میں مہاراجہ بردوان کی کوٹھی میں رونق افروز ہوئے۔ ان کے کلکتہ پہنچنے سے ۳ تقریباً ایک سال بعد ۱۸۵۷ء کا انقلاب برپا ہوا۔ اور بادشاہ موچی کہوئے یعنی مٹیا برج سے فورٹ ولیم میں ۵ ماہ شوال ۱۲۷۳ھ (مئی ۱۸۵۷ء) میں بحیثیت قیدی ہٹا دیئے گئے۔ اس عرصہ میں جو جو مصائب پیش آئے ان کو اس طرح بیان کیا ہے :

۱۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ ، حصہ پنجم ، ص ۲۶۱ اور
محمد حسن : ضیائے اختر ، ص ۶۴ -

۲۔ واجد علی شاہ : حزن اختر ، ص ۴۰ - ۴۱
۳۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ ، حصہ پنجم ، ص ۲۷۳ -

۴۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء
Langer, W.L., : An Encyclopaedia of World History, 880

۵۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ ، حصہ پنجم ، ص ۲۷۵ -

۱ ہوئے بند در قید خانے کے جب لکھوں کیا جو گذرا ستم اور غضب
 کلیجہ مرا منہ کو آ آ گیا رکا دم جو سینہ میں گھبرا گیا
 زن و مرد تیئیس تھے میرے ساتھ انہیں لائے کوٹھی میں سب ہاتھوں ہاتھ
 اس وقت واجد علی شاہ کے ساتھ جو ۲۳ مرد و زن تھے ان میں چھ
 بیگمات بھی شامل تھیں۔ جو ان کے ساتھ لکھنؤ سے آئی تھیں۔ واجد علی
 شاہ کی پہلی شادی پندرہ سال کی عمر میں ہوئی اور اُس کے بعد ان کی متعدد
 شادیاں ہوئیں۔ بیگمات کی صحیح تعداد معین کرنا ایک تحقیق طلب
 کام ہے اور میرے موضوع سے خارج۔ ضمناً عرض کرونگا کہ اسیری
 کے ان ایام میں بادشاہ نے اپنی بیگمات کا شمار ساٹھ ستر کے قریب
 بتایا ہے :

۲ کروں ساٹھ ستر محل گر شمار تو ہو جائے پھر یک قلم آشکار
 اب ان میں ہیں یہ پانچ چھ بیویاں جو کلکتہ میں ساتھ آئیں یہاں
 ان ساٹھ ستر محلات میں سے ایک بیگم ممتاز جہاں
 نواب اکیل محل صاحبہ بھی تھیں جن کا خطاب زینت محل
 بھی تھا۔ یہ لکھنؤ میں ہی رہ گئی تھیں اور میرا مقالہ صرف ان
 خطوط سے متعلق ہے۔ جو تاجدار اودھ نے کلکتہ کے قیام اور اسیری
 کے ایام میں اپنی اس بیگم کو لکھے تھے۔ یہ خطوط ایک مخطوطے^۳
 کی شکل میں برطانوی عجائب خانہ (برٹش میوزیم) کے کتاب خانے
 میں موجود ہیں اور اس لحاظ سے عظیم المثال ہیں کہ ایک تو ان
 کا کوئی اور نسخہ کسی اور کتاب خانے میں محفوظ نہیں اور
 دوسرے یہ کہ یہ وہ مخطوطہ ہے جس کے متعلق گمان غالب یہ ہے
 کہ واجد علی شاہ کے حکم سے مدون کیا گیا ہے۔

تاریخ ممتاز

واجد علی شاہ کے خطوط کا یہ مجموعہ ۸۰ اوراق پر مشتمل

۱۔ واجد علی شاہ : حزن اختر ، ص ۵۷ ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۸۱ ۔

۳۔ شمار ۵۲۸۸ OR ۔

ہے اور ہر ایک ورق^۱ پر سات سطور ہیں حاشیہ مذہب ہے اور اس میں اس قدر خوبصورت گلکاری کی ہوئی ہے کہ کتاب ایک زیور معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کی ترتیب اور بھڑک پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ کتاب کسی بادشاہ کے لئے لکھی گئی ہے لیکن اس کے علاوہ ایک داخلی ثبوت یہ بھی ہے کہ واجد علی شاہ کا آخری خط اس مجموعہ میں شامل ہے اس کی تاریخ کتابت ”ہفتم شہر صفر“^۲ ۱۲۷۶ ہجری“ (مطابق ۶ ستمبر ۱۸۵۹ء) ہے۔ اور مخطوطہ کا سن تدوین بھی^۳ ۱۲۷۶ ہجری ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ برٹش میوزیم کے لائبریرین نے بوٹوق اس مخطوطہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہی نسخہ ہے جو بادشاہ کے لئے ترتیب دیا گیا تھا :

“There are 160 pages and one likeness of Wajid ‘Alī Shāh, King of Oudh. My estimate for copying a work in gold in the margins is not less than Rs. 5/- a page, which makes Rs. 800/- with Rs. 30/- for the likeness. This book does not exist in print and it is the original copy”.^۴

مندرجات و وجہ ترتیب

برٹش میوزیم کا مکمل مخطوطہ ایک طویل^۵ تمہید اور خطوط کے دو مجموعوں پر مشتمل ہے۔ تمہید اکبر علی خان المتخلص بہ ”توقیر“ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس نے ان خطوط کو یکجا جمع کرنے کے وجوہ بالتفصیل یوں بیان کئے ہیں:-

”ایک شب کہ کواکب انور اوپر فلک اخضر کے مانند نور دولت و اقبال کے ناصیہ بختمندان سے شمشاد انداز، و دیدہ ستارگان مثل فراق دیدگان سوختہ دل کے بسوز و گداز، و فلک مانند صوفیان ازرق پوش کے رقصان، و چراغ ماہ نورانی

- ۱۔ تقطیع ۱۰ انچ X ۶ انچ -
- ۲۔ واجد علی شاہ : تاریخ ممتاز، ورق ۸۰ الف -
- ۳۔ ایضاً : ورق ۲۲ ب -
- ۴۔ برٹش میوزیم کا مخطوطہ، ورق ۱ -
- ۵۔ تاریخ ممتاز، ورق ۲ ب - ۲۱ ب -

اوپر رواق دخانی کے مثل تجلیات ربانی اوپر کوہ طور کے
 پر تو فشان تھا، یکایک اوپر ضمیر فیض منیر جناب عفت
 مآب کے آیا کہ آیا محبت نامجات کہ جو ہمارے سلطان
 عالم و پیارے جان عالم زید اللہ حسنہ و جمالہ و اعاد اللہ
 ملکہ و سلطنتہ نے بوفور عنایت بے غایت ہم کو
 بھجوائے ہیں، اگر وہ درر معانی و گوہر سخندانہ سلسلہ تحریر
 میں مثل انشا کے مسلسل ہوں، پس وقت تنہائی و جدائی
 میں تشفی بخش عاشقہ اکمل ہوں۔ اور تا قیامت حسن دل
 افروز جان عالم ادام اللہ محبتہ کا شہرا اور ہمارے عشق
 صادق کا مثل شیریں و زلیخا کے چرچا تا قیام روز قیام قائم
 رہے۔ اور یہ انشا مثل عروساں، نوخاستہ مشاطگی خوش
 نویسان و نقاشان سے پر نور نقش و نگار مطلا و مذهب و
 منقر و محلی ہو کر زینت بخش بزم معانی و حجلہ آراے
 طبع سخندانہ داہم رہے۔ اور طبع مبارک نے تجویز اس امر
 خاص سے ایسا لطف اوٹھایا کہ علی الصباح اس ہیچمدان
 کج سچ زبان سراپا تقصیر اکبر علی خان تخلص توقیر سے
 کہ پشت ہا پشت سے خانہ زاد سرکار فیض آثار گاہی و بالفعل
 بہعدہ جواب نویسی محبت نامجات نواب موصوفہ و ممدوحہ
 کے معین و مقرر ہے واسطے اہتمام اور تیاری کے ارشاد
 فرمایا،۔^۱

اتفاق دیکھئے کہ جب واجد علی شاہ کی اس بیگم نے ان خطوط
 کی ترتیب و تدوین کا حکم دیا تو اسی وقت تاجدار اودھ نے بھی
 فورٹ ولیم کلکتہ سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ خطوط کے دوسرے
 مجموعہ کے پندرہویں خط مورخہ ۱۷ ذوالقعدہ ۱۲۷۵ھ (مطابق
 ۱۸ جون ۱۸۷۶ء) میں واجد علی شاہ نواب اکیل محل صاحبہ کو
 لکھتے ہیں:۔

”مکرر یہ کہ ایک کتاب اپنے محبت ناموں کی تاریخ وار جس طرح ہم نے بھیجے ہوں، خوش تقطیع بین السطور اچھا مطلقاً مذہب کروا کے ہمارے پاس بھجواؤ۔ مگر جس طرح سے ہم نے لکھا ہے معہ نظم و نثر اوسی ترتیب سے۔ اور دیباچہ اوس کا اپنے نام پر کرنا، کہ یہ محبت نامہ مرسلہ جان عالم ہم نے اپنی فرط محبت سے جمع کئے اور اوس کا نام تاریخ ممتاز رکھنا۔ اور بعد اوس کے تحفہ جلد اوس کی بنوا کے ہمارے پاس بھجواؤ۔ اور ہر ہر مہینے کے بعد یہی شغل جاری رکھنا کہ اوس تقطیع اون کے موافق درست کروا کے بعد انقضائے ماہ ہمراہ محبت نامہ وہ اوراق روانہ کر دیا کرنا۔ ہمارے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور رہے گا۔ اور جو کچھ اوس میں صرف ہوگا وہ ہم سے متعلق ہے۔ زنبہار اس میں پس و پیش نہ کرنا۔ تھوڑے لکھے کو بہت جاننا“۔

ظاہر ہے کہ تاجدار اودھ کی بیگم نے بادشاہ کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان خطوط کو حسب الحکم ایک تقطیع پر مطلقاً و مذہب حاشیہ کے ساتھ لکھوایا۔ ہاں اتنا فرق ضرور رہا کہ بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ ہر مہینہ کے خطوط جمع کر کے اور ان ہدایات کے مطابق لکھوا کر آسے لوٹا دیئے جائیں۔ لیکن اس مجموعہ کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب خطوط ایک ہی دفعہ جمع کر کے لکھوا دیئے گئے۔ یوں بھی خطوط کی تاریخیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے میں بہت سے خطوط شاہ اودھ کی طرف سے بیگم کو موصول نہیں ہوئے تھے۔ کتاب کا نام حسب الحکم ”تاریخ ممتاز“ ہی رکھا گیا۔

خطوط کی ترتیب و تواریخ

پہلے حصے میں نو خطوط ہیں جو سب کے سب آزادی کے دوران

میں لکھے گئے ہیں۔ اس وقت واجد علی شاہ راجہ بردوان کی کوٹھی میں مقیم تھے۔ پانچویں خط میں لکھتے ہیں:—

”خدا گواہ ہے کہ اب تو ایک ایک گھڑی مثل ایک ایک سال کے گذرتی ہے۔ مفارقت طبیعت محبت طویت کو بہت بے چین کرتی ہے۔ اس کو تصور کرو کہ جو اوس عیش و آرام اور جاہ و حشمت سکندری سے بسر کرتا ہو یا وہ اب گردش فلکی سے کوٹھی راجہ بردوان میں کہ واسطے دشمنوں کے محبس سے کم نہیں دن مصیبت کے بھرتا ہو کیا اوس کے دل کا عالم ہوگا“

واجد علی شاہ اس کوٹھی میں ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو پہنچتے ہیں اور یہاں سے پہلا خط آپ ۵ ذیقعدہ ۱۲۷۲ ہجری (مطابق ۹ جولائی ۱۸۵۶ء) کو لکھتے ہیں، اس مجموعہ کا آخری خط بھی اسی کوٹھی (جسے مٹیا برج بھی کہتے تھے) سے ۱۵ صفر ۱۲۷۳ ہ (مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۶ء) کو لکھا گیا ہے، یہ تمام خطوط واجد علی شاہ نے خود لکھے ہیں۔

واجد علی شاہ کلکتہ پہنچ کر بیمار ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے خود لندن جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ مٹیا برج واقعہ موجی کہوے میں علالت کا عرصہ بسر ہوا۔ تقریباً ایک سال کے بعد شفا ہوئی اور جس دن آپ غسل صحت کی تیاری کر رہے تھے اسی دن آپ کو حکم ملا کہ وہ صرف چند ہمراہیوں کے ساتھ فورٹ ولیم میں چلے جائیں۔ کیونکہ ملک میں انگریزوں کے خلاف بغاوت ہو چکی تھی۔ قلعہ میں نظر بند ہونے کا اثر تھا یا دیگر موانع بہر صورت اس مجموعہ میں واجد علی شاہ کا اگلا خط تقریباً دو سال کے فاصلہ پر لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ خط اس مجموعہ کے دوسرے حصے کا پہلا خط ہے۔ اس حصے میں

۱۔ تاریخ ممتاز، ورق ۳۴۔

۲۔ محمد انجم الغنی خان: تاریخ اودھ، حصہ پنجم، ص ۲۷۳۔

۳۔ تاریخ ممتاز، ورق ۲۵ ب۔

بیس خط ہیں جن میں سے اٹھارہ خط اسیری کے زمانے میں تقریباً سات مہینوں میں اور دو خط پھر مٹیا برج سے دو مہینوں میں لکھے ہیں۔ واجد علی شاہ کے اپنے بیان سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اُس نے تقریباً دو سال کے درمیانی عرصہ میں کوئی خط اپنی اس بیگم کو نہیں لکھا۔ پہلے خط میں جو ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ (مطابق ۲۱ نومبر ۱۸۵۸ء) کو لکھا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں :

”اے جانِ جانعالم کیا بیان کرے جو مصایب گذرے۔ بارہ آدمیوں سے قلعہ کاکتہ میں اٹھارہ مہینے سے ہوں۔“

ان خطوط کا آخری یعنی بیسواں خط ۷ صفر ۱۲۷۶ھ (مطابق ۵ ستمبر ۱۸۵۹ء) کو مٹیا برج سے لکھا گیا ہے، واجد علی شاہ ۷ ذوالحجہ ۱۲۷۵ھ (مطابق ۹ جولائی ۱۸۵۹ء) کو قلعہ سے رہا ہوتے ہیں اور اس کی اطلاع وہ آنیسویں خط میں ۱۴ ذوالحجہ ۱۲۷۵ھ (مطابق ۱۶ جولائی ۱۸۵۹ء) کو اپنی بیگم کو دیتے ہیں :

”الحمد للہ کہ تمہاری دعائے قلبی قبول ہوئی۔ مسرت جاوید حصول ہوئی۔ یعنی ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ ہفتے کے دن بلائے ناگہانی آفت آسمانی سے نجات پا کے اپنی فرودگاہ قدیم میں آئے۔“

دوسرے حصے کے تمام خطوط واجد علی شاہ نے خود اپنے ہاتھ سے نہیں لکھے۔ بلکہ چند مصروفیتوں کی وجہ سے کچھ خطوط اپنے مصاحبین سے لکھوا دیئے ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئیگا۔ خطوط کی تاریخ کتابت کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

حصہ اول

تاریخ کتابت

شمار خطوط

۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۲ ہجری (۹ جولائی ۱۸۵۶ء)	۱
۱۸ ذوالقعدہ ۱۲۷۲ ہجری (۲۲ جولائی ۱۸۵۶ء)	۲

۱۔ تاریخ ممتاز، ورق ۴۱ ب

۲۔ تاریخ ممتاز، ورق ۷۷ الف

تاریخ کتابت

شمار خطوط

۵ ذوالحجہ ۱۲۷۲ ہجری (۸ اگست ۱۸۵۶ء)	۳
۲۷ ذوالحجہ ۱۲۷۲ ہجری (۳۰ اگست ۱۸۵۶ء)	۴
۵ محرم ۱۲۷۳ ہجری (۵ ستمبر ۱۸۵۶ء)	۵
۲۰ محرم ۱۲۷۳ ہجری (۲۰ ستمبر ۱۸۵۶ء)	۶
۲۶ محرم ۱۲۷۳ ہجری (۲۶ ستمبر ۱۸۵۶ء)	۷
۴ صفر ۱۲۷۳ ہجری (۴ اکتوبر ۱۸۵۶ء)	۸
۱۵ صفر ۱۲۷۳ ہجری (۱۵ اکتوبر ۱۸۵۶ء)	۹

حصہ دوم

۱۴ ربیع الثانی ۱۲۷۵ ہجری (۲۱ نومبر ۱۸۵۸ء)	۱
۱۹ ربیع الثانی ۱۲۷۵ ہجری (۲۶ نومبر ۱۸۵۸ء)	۲
۲۷ جمادی الثانی ۱۲۷۵ ہجری (یکم فروری ۱۸۵۹ء)	۳
۷ رجب ۱۲۷۵ ہجری (۱۰ فروری ۱۸۵۹ء)	۴
۲۲ رجب ۱۲۷۵ ہجری (۲۵ فروری ۱۸۵۹ء)	۵
۵ شعبان ۱۲۷۵ ہجری (۱۰ مارچ ۱۸۵۹ء)	۶
۷ شعبان ۱۲۷۵ ہجری (۱۲ مارچ ۱۸۵۹ء)	۷
۱۳ شعبان ۱۲۷۵ ہجری (۱۸ مارچ ۱۸۵۹ء)	۸
۸ رمضان ۱۲۷۵ ہجری (۱۱ اپریل ۱۸۵۹ء)	۹
۱۷ رمضان ۱۲۷۵ ہجری (۲۰ اپریل ۱۸۵۹ء)	۱۰
۲۱ رمضان ۱۲۷۵ ہجری (۲۴ اپریل ۱۸۵۹ء)	۱۱
۱۸ شوال ۱۲۷۵ ہجری (۲۱ مئی ۱۸۵۹ء)	۱۲
۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۵ ہجری (۶ جون ۱۸۵۹ء)	۱۳
۱۰ ذوالقعدہ ۱۲۷۵ ہجری (۱۱ جون ۱۸۵۹ء)	۱۴
۱۷ ذوالقعدہ ۱۲۷۵ ہجری (۱۸ جون ۱۸۵۹ء)	۱۵
۲۲ ذوالقعدہ ۱۲۷۵ ہجری (۲۳ جون ۱۸۵۹ء)	۱۶
۲۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۵ ہجری (۲۶ جون ۱۸۵۹ء)	۱۷
۵ ذوالحجہ ۱۲۷۵ ہجری (۷ جولائی ۱۸۵۹ء)	۱۸

تاریخ کتابت

شمار خطوط

۱۴ ذوالحجہ ۱۲۷۵ ہجری (۱۶ جولائی ۱۸۵۹ء)
 ۷ صفر ۱۲۷۶ ہجری (۵ ستمبر ۱۸۵۹ء)

۱۹

۲۰

افراد خطوط

یہ تمام خطوط واجد علی شاہ نے اپنی بیگم نواب اکیل محل کو لکھے ہیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان خطوط میں جن افراد کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ ان خطوط کا سب سے اہم کردار تو نواب اکیل محل صاحبہ ہیں۔

۱۔ نواب اکیل محل

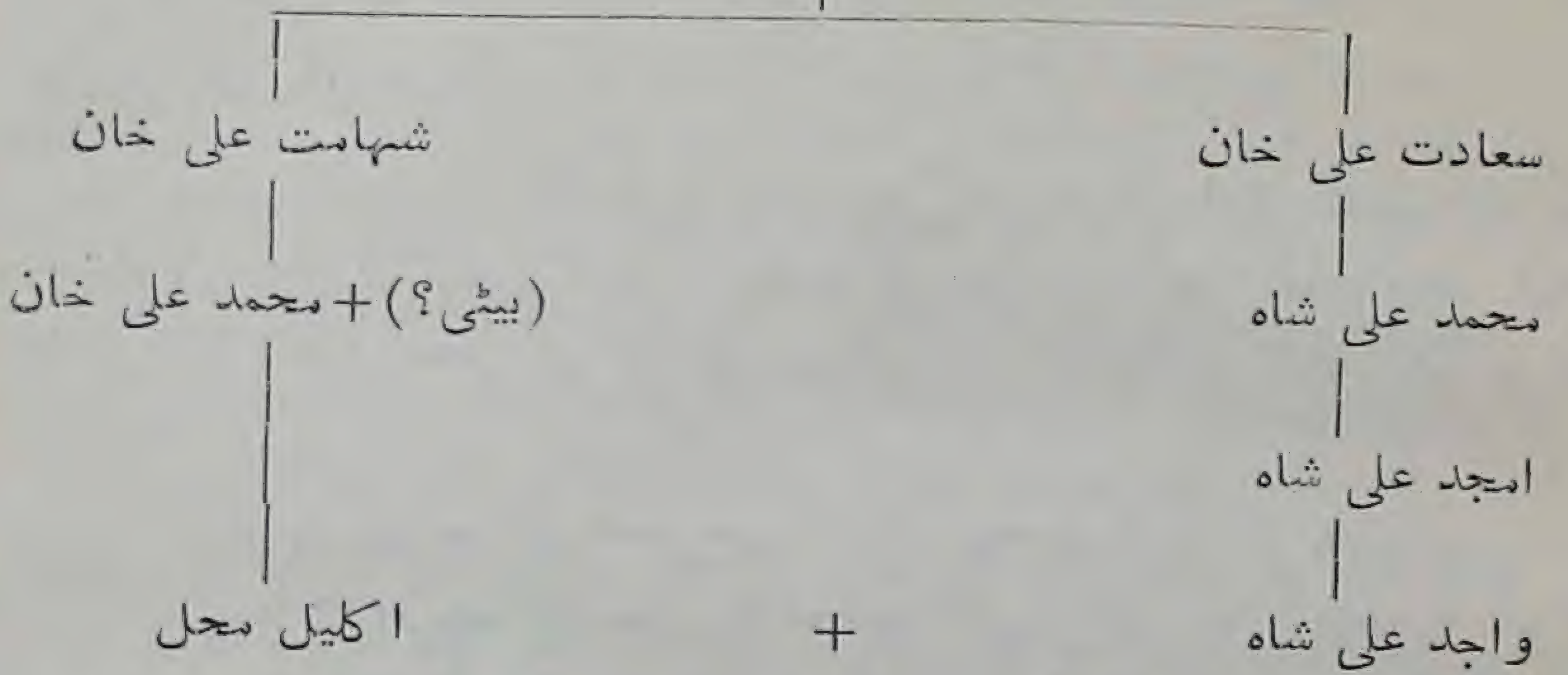
نواب اکیل محل کے متعلق ان خطوط کو جمع کرنے والے یعنی منشی اکبر علی خان ”توقیر“ نے مندرجہ ذیل تفصیل خود نوشتہ تمہید میں دی ہے :

”عفت مآب ، مریم قباب ، محذره زمان ، جناب ممتاز جہان ، نواب اکیل محل صاحبہ دامت ظلہا بنت نواب محمد علی خان ولد نواب علی محمد خان ، نواسی نواب شہامت علی خان عرف مرزا جنگلی خلف نواب شجاع الدولہ بہادر“۔

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ اکیل محل نواب شجاع الدولہ کے صاحبزادہ نواب شہامت علی خان کی نواسی تھیں۔ نواب شجاع الدولہ ۱۱۶۷^۲ — ۱۱۸۸ ہجری (مطابق ۱۷۵۳ — ۱۷۷۴ عیسوی) تک فیض آباد پر حکمران رہے۔ یہ واجد علی شاہ کے باپ کے پردادا^۳ بھی تھے۔ اس لحاظ سے اکیل محل اور واجد علی شاہ ایک ہی خاندان کے اخلاف میں سے تھے اور ان کا شجرہ نسب اس طرح ترتیب پاتا ہے۔

- ۱۔ تاریخ ممتاز ، ورق ۱۱۔
- ۲۔ محمد حسن : ضیائے اختر ، ص ۵ ، ۶۔
- ۳۔ محمد حسن : ضیائے اختر ، ص ۵ — ۱۴۔

شجاع الدولہ



اکلیل محل کے متعلق اور کوئی تفصیل کہیں سے دستیاب نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کہ ان کے ایک صاحبزادہ کا نام قرا حسین^۱ مرزا محمد بابر بہادر تھا۔

۲۔ منشی اکبر علی خان ”توقیر“

منشی اکبر علی خان ”توقیر“ تاریخ ممتاز کے مرتب اور نواب اکلیل محل کے منشی تھے۔ تاریخ ممتاز کی تمہید میں ان کے کچھ شعر بھی درج ہیں۔ واجد علی شاہ کے خطوط سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ وہ بیگم کی طرف سے بادشاہ کو خطوط لکھا کرتے تھے۔ دوسرے حصہ کے اٹھارہویں خط محررہ ۵ ذوالحجہ سنہ ۱۲۷۵ ہجری (۷ جولائی سنہ ۱۸۵۹ء) میں لکھتے ہیں :

”محبت نامہ تمہارا معہ غزل بعبارت منشی اکبر علی خان توقیر مرقومہ آنیسویں ذیقعد سنہ ۱۲۷۵ ہجری کا ہمیں وصول ہوا۔ نہایت خوش دل ملول ہوا۔“

اور غالباً ایک خط میں انہی منشی کا ذکر ہے جس میں یہ کہا گیا ہے

۱۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ ، حصہ پنجم ، ص ۱۱۴۔

۲۔ تاریخ ممتاز ، ورق ۷۵ ب۔

میں قید ہوئے تھے۔ ان کا پورا نام ذوالفقار الدولہ سید محمد سجاد علی خان تھا اور یہ واجد علی شاہ کی ملکہ مہر تن افسر النساء نواب نشاط محل صاحبہ کے بھائی تھے۔ لکھنؤ میں رسالہ میسرۂ شاہی کے رسالہ دار تھے اور واجد علی شاہ کے ساتھ ہی لکھنؤ سے چلے آئے تھے۔ بادشاہ نے ”حزن اختر“ میں ان کی تعریف یوں کی ہے :

’بہم لفظ دولہ سے ہو ذوالفقار تو ہو نام اک اور کا آشکار
وہ سارے ہیں میرے نہیں اسمیں شک مرے ساتھ ہیں قید خانے تلک
فدا رھتے ہیں مجھ پہ پروانہ وار نہ آیا کبھی آن کے دل پر غبار
مرے نام پر ہیں فدا جان سے مجھے رکھتے ہیں وہ سوا جان سے
اسی طرح سے اور سب ہیں نثار خدا کی قسم کچھ نہیں جھوٹ یار
۱۔ اوریں خط میں ذوالفقار الدولہ نے خود بھی اپنا نام لکھا ہے۔
اور اپنا سلام اکیل محل کو یوں بھیجا ہے :
۲۔ ”از طرف محمد سجاد بندگی“۔

۴۔ طیب الدولہ

مولانا عبدالحلیم شرر نے طیب الدولہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

۳۔ ”طیب الدولہ نے قید کی مصیبت سے بہت آہ و واویلا کی۔ باوجود بادشاہ کے التجا کرنے کے ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور انگریزوں کی اجازت سے مٹیا برج میں مقیم ہوئے۔ مگر جب کبھی بادشاہ کی طبیعت کچھ ناساز ہوتی علاج کے لئے آتے۔ اور حق حذاقت ادا کرتے۔“

گویا طیب الدولہ شاہی طیب تھے جو بادشاہ کے ساتھ لکھنؤ سے گئے تھے اور ان کے بھائی بھی طیب تھے۔ جو لکھنؤ میں رہ

۱۔ واجد علی شاہ : حزن اختر، ص ۶۰-۶۱۔

۲۔ تاریخ ممتاز، ورق ۷۴ ب۔

۳۔ حزن اختر کا دیباچہ، ص ۲۰۔

گئے تھے۔ اکیلے محل کی علالت کی خبر سن کر بادشاہ نے ایک مرتبہ بیگم کو لکھا :

”چودھویں کو شوال کی دو محبت نامہ تمہارے ایک ننھا منا سا اور پچیسویں ماہ صیام کا دوسرا بڑا لنبا و چوڑا دوم شہر صدر میرے کا پاس پہنچا۔ سارا حال عشق کا اور نصیب دشمنان علالت مزاج کا اور علاج تجویز برادر طبیب الدولہ سے دریافت رائے ہمایوں ہوا۔ بڑی فکر اور تشویش ہوئی۔“

بادشاہ نے خود بھی طبیب الدولہ کی بیوفائی کا ذکر حزن اختر میں کیا ہے۔

مقدم ہو دولہ پہ لفظ طبیب
مری نبض رکھتا تھا وہ ہاتھ میں
عجب حال ہو گیا آسکا ہائے
بہت میں نے منت بھی کی اور کہا
برس بیس سے تجھ کو پالا ہے یار
نہ مانا مرا کوئی اس نے کلام

تو ہو نام لکھنا قلم کو نصیب
پھنسا وہ جوان بھی میرے ساتھ میں
یہ اک دن میں بولا خدا اب چھوڑائے
میرے ساتھ سے ہوگا راضی خدا
نہ چھوڑ اب مرا ساتھ تو زینہار
روانہ ہوا گھر کو وہ نیکنام

۵۔ کرنل کو نیا

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جب واجد علی شاہ فورٹ ولیم میں قید ہو کر آئے تو کرنیل کو نیا اس علاقہ کے فوجی حکمران یعنی ٹاؤن میجر (Town Major) تھے۔ اور تاجدار اودھ غالباً انہی کی وساطت سے اپنے خطوط اور روپیہ بھیجواتے تھے۔ کیونکہ ایک خط میں اپنی بیگم کو لکھتے ہیں :

”بالفعل مبلغ پانصد روپیہ تمہارے پان خوری کے لئے کرنیل کو نیا ٹون میجر صاحب بہادر دام اجلالہ کی معرفت پہنچتے ہیں تمہیں لازم ہے کہ رسید ہمیں جلد بھیجواؤ۔“

۱۔ تاریخ ممتاز، ورق ۶۱۔

۲۔ واجد علی شاہ: حزن اختر، ص ۴۸۔

۳۔ تاریخ ممتاز، ورق ۴۷۔

اپنی مثنوی حزن اختر میں بھی ان کرنیل صاحب کی مدح میں
بادشاہ نے چند شعر لکھے ہیں :

ادر صفت کرنیل کونیا صاحب بہادر

مگر یمن الطاف صاحب سے واہ کونیا لقب جن کا ہے خوش کلاہ
وہ کرنیل صاحب سپہر ہنر کہ ہیں ٹون میجر وہ عالی گہر
خدا رکھے ذات اُس فلک قدر کی بڑھے عمرو دولت بھی اس بدر کی
سہیا قلی رات دن کام کو خدا رکھے کرنیل کے نام کو

۶۔ ہچنس صاحب ۔۔۔ میر واجد علی

اکلیل محلی کو جو روپیہ کرنیل کونیا کی وساطت سے بھجوا یا
گیا تھا ۔ اُس کے متعلق ہدایت یہ ہوتی کہ ہچنس صاحب کی کچہری
سے میر واجد علی کی معرفت وصول کیا جائے۔

۲۔ ”باقی روپیہ ہچنس صاحب کی کچہری سے جلد وصول کرو
اور والد اور والدہ دونوں کا اسی جمع میں تنخواہ مقرر کرو“

اور پھر دوسرے خط میں لکھتے ہیں :

۳۔ ”مبلغ ایک ہزار روپیہ عید الفطر کے جوڑے کے واسطے اور
بھیجتا ہوں ۔ صحت الدولہ بہادر اور میر واجد علی کی
معرفت ہچنس صاحب کی کچہری سے وصول کرو اور
رسید بھیجو“

ہچنس صاحب کے متعلق وثوق سے کچھ معلوم نہیں ہو سکا ۔
قیاس کہتا ہے کہ یہ لکھنؤ کے فرنگی حاکم ہونگے ۔ البتہ میر
واجد علی کے متعلق یہ اطلاع ملتی ہے کہ ”انگریزوں“ نے لکھنؤ پر
قبضہ کرنے اور بادشاہ کے چلے جانے کے بعد اس شخص کو لکھنؤ

۱۔ واجد علی شاہ : حزن اختر ، ص ۳۱ ۔

۲۔ تاریخ ممتاز : ورق ۵۴ ب ۔

۳۔ ایضاً : ورق ۶۰ ب ۔

۴۔ عبدالحلیم شرر : حزن اختر کا ریدیاچہ ، ص ۲۱ ۔

کے تمام محلات شاہی اور خاندان کے انتظام کا داروغہ مقرر کیا تھا۔ اس لئے کہ اس نے بعض انگریزوں کے بچوں کو باغیوں کے دست ستم سے بچایا تھا۔“ واجد علی شاہ نے خود بھی میر واجد علی کا ذکر ”حزن اختر“ میں کیا ہے :

ایہ اک دن کا ہے ذکر سن رکھ ذرا
وہ تھا لکھنو کا لکھا خوش نمط
وہ تھا بند آس پر لفافہ تھا بند
مرا ایک ہمنام داروغہ تھا
جو واجد علی کی پڑھی عرضداشت
کہ کرنیل صاحب نے اک خط دیا
ہوا آس کے دیکھے سے کچھ غم غلط
نہ پہونچی تھی کھلنے سے اسپر گزند
وطن سے یہ خط آس نے مجھ کو لکھا
وہ حاصل ہوئی تھی مجھے وقت چاشت

۸۔ نواب دلدار محل صاحب

نواب دلدار محل صاحب آن چھ بیگمات میں سے تھیں جو سلطان کے ساتھ لکھنو سے آئی تھیں۔ ان کے ارتحال کی خبر اکیل محل کو ۷ رجب ۱۲۷۵ ہجری کو بھیجتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اور بالفعل اندنوں ایک عجیب سانچہ گذر گیا کہ دل روتا ہے۔“
نواب دلدار محل صاحبہ نے تیسری تاریخ اس مہینے کی دنیا سے رحلت کی۔
ہمیں چھوڑا، غلمان بہشتی سے الفت کی۔ انا لله و انا علیہ راجعون۔“

۹۔ مجاہد الدولہ

میر نواب مصاحب مجاہد الدولہ بہادر واجد علی شاہ کے پھوپھا کے مصاحب تھے اور لکھنو سے ان کے ساتھ چلے آئے تھے :

۳۔ بہ یمن عنایات رب قدیر
تو اک نام خوش اور ہو آشکار
پھپھا کا مصاحب تھا ہمراہ ہوا
مقدم ہو نواب پر لفظ میر
یہ سررشتہ آس کا بھی بتلاؤں یار
یہاں آن کر ساتھ آن کا دیا

۱۔ واجد علی شاہ : حزن اختر، ص ۹۷۔

۲۔ تاریخ ممتاز، ورق ۵۰ ب۔

۳۔ واجد علی شاہ : حزن اختر، ص ۵۲۔

مجاہد الدولہ فوت ہوئے تو اس کی اطلاع بیگم کو اس طرح دیتے ہیں :

”اور ان دنوں مجاہد الدولہ پھوپھا صاحب نے بھی باوجود کلام اللہ اوٹھانے کے اور قسم کھانے کے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور موجی کھوے میں آج راہی ہو گئے۔ خسرہ الدنیا والاخرۃ“۔

اسباب رسل و رسائل

واجد علی شاہ یہ خطوط کیسے بھیجتے رہے، اس کے متعلق کوئی تفصیل ان خطوط میں یا بیرونی شہادت سے دستیاب نہیں ہوتی۔ اسیری کے زمانے میں تو بہر حال ان کی ڈاک انگریزوں کی وسیلہ سے ہی آتی جاتی تھی جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ وواجد علی شاہ کے اپنے بیان سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خطوط بھیجنے میں کافی دقت تھی۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

”قاصد بہت کمیاب ہیں کہ جن کے ہاتھوں درد دل لکھ کر بھیجا کروں۔ اگر کوئی ڈاکیا نصیبوں سے ہاتھ آ گیا تو ہزار ہزار منت اور سماجت سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر ایک آدھا خط روانہ کیا“۔

خطابات

واجد علی شاہ نے ہر خط میں اکیلے محل کے لئے نئے نئے خطابات تجویز کئے ہیں۔ یوں تو ایک چاہنے والے خاوند کی طرف سے ایک محبوب بیوی کو لکھے ہوئے خطوط میں یہ بات کچھ عجیب نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن لسانی لحاظ سے یہ امر کچھ کم تعجب خیز بھی نہیں کہ تاجدار اودھ کو زبان پر کس قدر قدرت حاصل تھی کہ ہر بار اور ہر موقعہ پر ایک نیا خطاب تجویز کیا ہے۔ اور جو خطاب ایک دفعہ تجویز

۱۔ تاریخ ممتاز، ورق ۶۹۔

۲۔ تاریخ ممتاز، ورق ۱۲۴ الف۔

کیا ہے اُس کو پھر ان خطوط میں دوسری جگہ دھرایا نہیں۔ مثال کے طور پر چند خطابات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

افسر فرق جلیل - ممتاز جہان - تاج فرق محبوبان - ماہ شب چہاردہ (ورق ۲۲ الف) نواختہ رب جلیل (ورق ۲۶ الف) مایہ نشاط - باعث انبساط - حظ زندگانی - میوہ باغ جوانی - سہر سپہر خوبی - ماہ برج محبوبی (ورق ۳۰ الف) گل گزار خوبی - ثمر باغ محبوبی (ورق ۳۲ الف) سرو قد - سہروش - لالہ رخا - سمن برا (ورق ۳۵ الف) زلیخا مثال - پری خصال (ورق ۶۰ ب) سرو چمنستان یکجہتی - طوطی شکرستان خوش خلقی (۶۲ ب) ستارہ افشان مہ جبینان (ورق ۶۵ الف)

غزلیں

اکلیل محل کے خطابات جس طرح جذبات خلوص و محبت کے اشاروں کے حامل ہیں اُسی طرح وہ چار غزلیں ان جذبات سے پر ہیں جو ان خطوط میں واجد علی شاہ نے اکلیل محل کی تعریف میں لکھی ہیں۔ ان غزلوں میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ دو غزلوں میں ”اکلیل محل“ اور ”ممتاز جہان“ ردیف رکھی گئی ہے اور دو غزلوں میں ”زینب بیگم“ کی ردیف استعمال کی گئی ہے۔ آخری دو غزلوں میں زبان کے چند اچھے شعر نکلے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:-

ازلف خمدار تری جب سے نظر سے ہے نہاں
میرا مجموعہ پریشان ہے زینب بیگم
کس سے پونچھیگا بھلا دیدہ تر فرقت میں
آسمان تو مرا دامن ہے زینب بیگم

۲ شجر وادیٰ ایمن ہے جھلک عارض کی
رشک لالہ قد شمشاد ہے زینب بیگم

وفور شوق و محبت

ان خطوط میں یوں تو ہر طرح کے جذبات کا نشان ملتا ہے۔ یہاں تک کہ واجد علی شاہ ایک دفعہ اکیلے محل کو جھوٹا ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اور اسراف کے خلاف تہدید آمیز الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان سب جذبات کے اظہار میں نمایاں ترین مقام وفور شوق و محبت کے اظہار کا ہے۔ آج کل کے زمانے میں جب کہ بیشتر مرد صرف ایک بیوی کے ساتھ ہی نباہ کرنا ایک بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ واجد علی شاہ ساٹھ ستر بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے ساتھ اس قدر اظہار محبت کیسے فرماتے تھے۔ ان خطوط میں محبت آمیز الفاظ کو جس کثرت سے استعمال کیا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اگر اس تمام سلسلے کو تصنع سمجھا جائے تو اس سے واجد علی شاہ کے جذبات محبت کے خلاف ایک نفرت انگیز تاثر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے جذبات صداقت پر مبنی سمجھا جائے تو یہ لاینحل نفسیاتی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ ممکن کیسے ہے؟ اور پھر ایک اور امر بھی تعجب انگیز ہے کہ ان خطوط میں سے کچھ خط ذوالفقار الدولہ نے لکھے ہیں۔ جو واجد علی شاہ کی ایک اور بیگم نواب نشاط محل کا سگا بھائی ہے۔ یعنی یہ بھائی اپنی بہن کی سوت کو اس قدر تلطف آمیز اور پرخلوص خط لکھتا ہے کہ ان کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے جذبات کو کسی ذہنی پردے سے ڈھانک دیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان سوالات کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ اُس زمانے کی معاشرت میں اور بالخصوص شاہی محل کی معاشرت میں غالباً یہ سب کچھ ممکن تھا۔ ملاحظہ ہو واجد علی شاہ ایک خط کی رسید کس طرح لکھتے ہیں:-

”تمہارے خط کو تو سینے پر رکھا۔ چھاتی سے لگایا آنکھوں پر رکھا۔ بہت چوما چاٹا۔ یہاں تک کہ اوس کے حروف بھی مٹ گئے۔ اس پر بھی بے جواب لکھے تسکین نہ ہوئی۔“^۱

اسی طرح ماضی کی خوشگوار یاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-
 ۱ ”افسوس جان من وہ کیا دن تھے کہ تم شمع تھیں ہم تم پر
 پروانہ تھے“۔

لکھنو سے تقریباً ایک ہزار میل دور بیٹھ کر ایک محبوب بیگم
 سے ”معانقہ“ جسمانی“ اور ”تمنائے مواصلت“ کی خیال انگیز آرزو کا
 اظہار کرنا تلذذ کی نادر مثال ہے۔ فرماتے ہیں:
 ۲ ”بیگم صاحبہ کو بعد اشتیاق معانقہ“ جسمانی اور مصافحہ“
 روحانی روشن ہو“

اور پھر کہتے ہیں:
 ۳ ”بعد گلدستہ بندی تمنائے مواصلت و چمن چمن ہوائے موافقت...“
 تلذذ کا جذبہ آن غزلوں میں بھی کارفرما ہے جو واجد علی شاہ نے
 اکیلے محل کی تعریف میں لکھی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:
 ۴ ”روئے خورشید ہے پنڈلی تری اے مایہ“ ناز
 رشک مہتاب تری ران ہے زینب بیگم

یہ تو واجد علی شاہ کا اپنا اظہار عشق تھا لیکن اس کے ساتھ
 ہی یہ جذبہ کارفرما ہے کہ بیوی کی طرف سے اس کا جواب بھی ملے۔
 یہ خود شاعر تھے۔ بیوی شاعر نہ تھی لیکن اس کے باوجود اس سے تقاضا
 کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی داستان عشق کسی شاعر معجز بیان سے کہے
 اور پھر اس سے ایک مثنوی لکھوا کر بھیجے:

”اے مری جان! اے زوجہ“ سلطان! اسی کاتب و شاعر
 خوش نویس و خوش فکر و خوش تقریر کے واسطے آگے
 بھی تحریر کر چکا ہوں۔ ان کی ملازمی اور تنخواہ کی

۱۔ تاریخ ممتاز، ورق ۲۷ الف۔

۲۔ ایضاً ورق ۳۶ ب۔

۳۔ ایضاً ورق ۲۶ الف۔

۴۔ ایضاً ورق ۳۶ الف۔

تدبیر کر چکا ہوں - رویائے صادقہ بھی تم نے انہی سے اکھوایا تھا - ایک ایک آنسوؤں سے اوسے پڑھوا کر رولایا تھا - مگر آج تک ہماری اوس تحریر کا جواب نہیں آیا - ایک لفظ بھی اوس تقریر کا جواب نہیں آیا - اب پھر بار دگر لکھتا ہوں - مکرر لکھتا ہوں - کہ اوس کاتب خوش تقریر کا نام لکھوا بھیجو - اور بحر متقارب مثنیٰ مقصور الآخر میں بھی کچھ کلام لکھوا بھیجو - تو ہم اوس کے نام کو اپنے دفتر میں لکھ لیں - اور خطاب اوس کا راقم عشق اختر لکھ لیں - ہمیں منظور ہے کہ جب سے تم نے ماشاء اللہ ہوش سنبھالا ہے اور الی الان جو جو سوانحات اور تعشق اور فرط تعشق تم سے ہمارے واسطے صادر ہوا ہو - آن سب واردات کو یہ شخص پانچ چھ ہزار شعر میں اور بحر متقارب مثنیٰ مقصور میں بقید تسطیر لائے - اور لطف تحریر راست راست سوائے مبالغہ شاعری دکھلائے - اور ایک ایک دو دو جز بتدریج تمہارے محبت نامے کے ساتھ بھیجتا چلا جائے - تو اے روان من یہ فرمائش ہماری اور اس کا انصرام دور از محبت نہ ہوگا - اور بعید از خلت نہ ہوگا - جی تو یہ چاہتا ہے کہ کتاب مثنوی ممتاز کہ یہ نام بھی اوس مثنوی کے واسطے زیبا اور لایق ہے - مجلد اور محشی اور مطلا اور مذهب اور منقر کروا کے ہمارے پاس بھیجواؤ - جو صرف اس کا ہوگا وہ متعلق ہم سے ہے - اور جو یوں نہ ہو سکے تو ایک ایک دو دو جز میرے پاس روانہ کرتے جانا - میں یہاں حسب مرضی خود اوس کی طیاری کروالونگا - اور چھپنے کی بھی تدبیر کرونگا - دیکھو تمہیں خدا کی قسم میری اس فرمائش کو بھول نہ جانا - حسب الایما میرے عمل میں لانا - کس واسطے کہ یہ شاعر نایاب ہے در خوش آب ہے - میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے عشق کا مزا اس کی

زبانی سنوں - وجد میں آ آ کر مزا اوٹھاؤں - سر دھنوں -
 کچھ بات نہیں - کچھ ایسی بڑی کرامات نہیں - ہماری
 خوشی اوس کا کام ہوگا - تمہارے عشق اور ہمارے حسن
 کا تا قیامت نام ہوگا“ ۱۔

لسانی خصوصیات

خطوط کے اس مجموعہ میں کوئی انوکھی لسانی خصوصیات
 نہیں جن کا ذکر کرنا ضروری ہو - اس دور کی لکھنوی نثر کے
 مطابق بات بات میں محاورات کا استعمال روا رکھا گیا ہے - چند نمونے
 ملاحظہ ہوں :

(ورق ۲۳ ب) خدا خدا کر کے کاکتے میں پہنچے - مدعی سایہ دیوارساں
 ساتھ ہیں -

(ورق ۲۳ ب) کاٹ پھانس سے ایک لمحہ نہیں چوکتے -

(ورق ۲۵ ب) غضب پیٹ سے پاؤں نکالے ہیں -

اسی طرح ہم قافیہ و ہم ردیف فقرات کثرت سے معرض تحریر
 میں آئے ہیں - کچھ نمونے درج ذیل ہیں :

(ورق ۲۲ ب) گھنے گھنے جنگل، کالے کالے پہاڑ، نہ کہیں سایہ
 نہ کہیں آڑ -

(ورق ۲۵ الف) ہمیں تمہیں پھر جلد باہم کرے، اور یہ مصیبتیں رات
 دن کی کم کرے -

(ورق ۲۵ الف) شام غم کب تک گھیرے رہیگی، دنیا کب تک منہ
 پھیرے رہیگی -

(ورق ۲۵ الف) کیا صبح آسید نہ ہوگی، شعاع عدل خورشید نہ ہوگی -

(ورق ۲۶ ب) کیا فلک کی یہی چال ڈھال ہوتی ہے، کہ بن مارے
 زندگی و بال ہوتی ہے -

(ورق ۳۰ ب) چہرہ ارغوانی زعفرانی ہے، فراموش ساری لن ترانی ہے -

شہیدیت

توقیر نے خطوط کا جو دیباچہ لکھا ہے - اُس میں واجد علی شاہ کی ایک شبیہ بھی شامل کی ہے - یہ شبیہ ورق ۱۳ ب پر دو اشعار کے درمیان بنائی گئی ہے اور سارے ورق پر پھیلی ہوئی ہے - اس شبیہ میں واجد علی شاہ کو تاج پہنے ہوئے ایک بلند مسند پر بیٹھے ہوئے دکھایا گیا ہے - اور اردگرد چار خوش رو مغلی خط و خال کی لڑکیاں کھڑی ہیں - واجد علی شاہ کی شبیہ جوانی کے ایام کی ہے -

شکریہ

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر مخطوطہ کی تحصیل کا ذکر بھی کیا جائے - یہ مخطوطہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی پروفیسر یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، نے برٹش میوزیم میں قیام لندن کے دوران میں دیکھا تھا - ڈاکٹر محمد دین تاثیر مرحوم جب ۱۹۵۰ء کے گرما میں انگلستان تشریف لے گئے تو ڈاکٹر صدیقی صاحب کی تحریک پر اس مخطوطہ کی مائیکرو فلم بنوا کر لائے آج سے چند سال پہلے برطانوی عجائب خانہ کی جو قلمی کتاب ہمیں درکار ہوتی تھی ہم اُس کے روٹوگراف یعنی تصاویر حاصل کیا کرتے تھے - اس جنگ کے دوران میں مائیکرو فلم کا وسیع پیمانے پر استعمال ہوا - اور یہ فن بہت ترقی کر گیا - اب برطانوی عجائب خانہ ہر مخطوطہ کی ایک چھوٹی سی فلم بنا دیتا ہے - جسے مائیکرو فلم کہتے ہیں - اس مائیکرو فلم کے تقریباً پون انچ مربع پر بڑی سے بڑی تقطیع کے ایک صفحہ کا عکس آ جاتا ہے - اور کئی سو صفحات کی کتاب چند انچ فلم میں سما جاتی ہے - اس فلم کو مشین کی مدد سے پڑھا بھی جا سکتا ہے اور اس سے ہر تقطیع کی تصاویر بھی بنائی جا سکتی ہیں - ڈاکٹر تاثیر مرحوم تاریخ ممتاز کی فلم اس خیال سے بنوا کر لائے تھے کہ فرصت میں بیٹھ کر اس پر کچھ کام کریں گے - لیکن افسوس کہ موت نے انہیں فرصت نہ دی - اور اُن کی وفات کے بعد اُن کی بیگم کرسٹابل تاثیر نے یہ فلم ازراہ کرم مجھے دی - میں اس

عنایت اور کرم فرمائی کے لئے بیگم صاحبہ کا از حد ممنون ہوں -
اس مضمون کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا

گیا ہے :

۱۔ واجد علی شاہ : تاریخ ممتاز - برٹش میوزیم کا مخطوطہ شمار
OR 5288

۲۔ واجد علی شاہ : حزن اختر - مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۲۲ء -
۳۔ گرجا پرشاد ماتھر : سلطان عالم نواب واجد علی شاہ - مطبوعہ جریدہ
”آج کل“ دہلی، جنوری ۱۹۵۱ء -

۴۔ محمد حسن : ضیائے اختر - مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۷۸ء -

۵۔ محمد نجم الغنی خان : تاریخ اودھ - مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۹ء -

۶۔ محمد تقی احمد : واجد علی شاہ - مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۴۵ء -

7. Langer, W. L., : *An Encyclopaedia of World History*
Toronto, 1945.

محمد باقر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام مہر آن سلطان عالم | اے درجہ بہ بخشد جانف عالم

علی و واجد و خلاق و داور | خدائی چرخ فہامہ و مہر خواہر

عالم عالم ستائش اوس جہاندار کو لایق ہی کہ

جسمی رايات جہانگیر ہی فرمانروایانِ الاشکوہ کو



تاریخ ممتاز

(ورق ۲ ب) بسم الله الرحمن الرحيم

بہ نام خاص آن سلطان عالم کہ در لمحہ بہ بخشد جان عالم
 علی و واجد و خلاق و داور خدای چرخ و ماہ و مہر و اختر
 عالم عالم ستائش اوس جہاندار کو لائق ہے کہ جس نے رایات
 جہانگیری فرمانروایان والا شکوہ کو (ورق ۳ الف) مثل اوج کہکشان
 فلک کے بلندی بخشی اور عرصہ دنیا کو نور معدلت و انصاف کشور
 کشایان عالی نژاد سے تجلی عطا کی اور دفتر دفتر حمد و سپاس اوس
 طغرا نویس دفتر نخست کو سزاوار ہے کہ جس نے ایک لفظ کن سے
 دفاتر کون و مکان پیدا کیا اور کلیات امکان کو مطلع ازل سے ابتدا
 کر کے مقطع ابد تک کس حسن ترکیب سے نظم و نسق کا شہرا دیا۔
 (ورق ۳ ب) حمد اس کی ہے لاتعد بے حد ما عرفناک کہتے تھے احمد

ذعت جناب سید المرسلین محمد نبی اللہ صلی اللہ
 علیہ و آلہ وسلم۔

ہدیہ درود نامعدود اوس شمع دودمان ہاشمی کو زیبا ہے جس
 نے نور ایمان سے شبستان ظلمتکدہ انسان خاکی نہاد کو روشن کیا۔
 اور تحفہ صلوات و تحیات اوس ناظم دیوان محشر کو پہنچتا ہے جس
 نے شان پشت پناہی سے اسناد شفاعت اسم کو مہر نبوت سے
 مزین کیا شعر :-

(ورق ۴ الف) کلک دو زبان چہ زہرہ دارد کاوصاف محمدی نگارد
 جزحق نہ سزد کہ وصف احمد چہند حسن لیلی بیچشم مجنون بیند

منقبت حضرت امیر المومنین علی ولی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام -

اور قبائے مناقب بے انتہا اوس رونق عنوان امامت کے قامت پر نور پر
زیبندہ ہے جس کا ناخن ذوالفقار گرہ خمسہ حواس کفار سے کھولا
کیا۔ اور جس کے جوہر رجعت نے مسدس عالم کو ترجیع بند کا رتبہ دیا۔
(ورق ۴ ب)

کیا لکھوں وصف و ثنائے مرتضیٰ خود معرف ہے خدائے مرتضیٰ
اشارا یہ ہے رجعت مہر کا
کہ دن پھیر دیتے ہیں مشکل کشا

توصیف سخن

ضمائیر سخنوران دقیقہ بین و خواطر خرد پروران نکتہ آفرین پر
مستغنی و محتجب نہ رہے شعر سخن معشوقہ عاشق مزاج است :-
سخن ما دردمندان را علاج است

عجب برید ہے عیار صورت (ورق ۵ الف) طرفہ سفیر ہے طرار
صفت جو یہ لطیفہ غیبی کتم عدم سے نہ ظاہر ہوتا تو کار و بار ناطقہ
عالم درہم و برہم کن خواطر ہوتا۔ یہ وہ عنقائے قدرتی ہے کہ ہر
شاخ نہال قدس جس کی نشیمن کی خاطر ہے اور یہ وہ آہوئے صنعتی ہے
کہ صحرائے معرفت میں جس کی چراگاہ ظاہر ہے۔ کبھی وہ نسیم ہے
کہ غنچہ دل کو گل سے شگفتہ تر کرتی ہے۔ کبھی وہ سموم ہے کہ
جگر کو جلا کر خاکستر کرتی ہے (ورق ۵ ب) یہی دولت ہے
بے زوال۔ یہی خزانہ ہے مالا مال۔ ہر خراج و صراف اس میں قائل ہے
کہ مخارج اس کا عین مداخل ہے۔ یہ وہ شربت ہے اگر جام مدح
میں موجزن ہو حلاوت شیرہ جان دکھاتا ہے۔ اگر قدح قدح میں
لبریز ہو زہر قاتل کا مزا لاتا ہے۔ اس کو گوہر آبدار سے تشبیہ دیتے
ہیں۔ اسی کی شکر خوشگوار سے مثل لیتے ہیں۔ لیکن مروارید کو اس
کے روبرو کیا لطافت اور شکر کو اس کے سامنے کیا حلاوت۔
(ورق ۶ الف) صدف درر ایک قطرہ ہے، اور تنگ شکر ادنا ذرہ ہے۔

اوصاف سخن میں کسی کو کیا جائے سخن ، زبان فصحا اس کی مدحت میں الکن - گویا و غیر گویا سے اس قدر فرق ہے کہ از لعل تا سفال - و مقال علماء و جہاں سے وہ تفاوت ہے کہ از تاریکی تا سرچشمہ زلال - و از بحر تا بجزر - و از ظلمت تا نور - و از بیہوشی تا شعور - اگر حکیم سخن آفرین ابواب سخن اوپر آدم کے نہ کھولتا - کلمہ اشرف المخلوقات فخر سے کون بولتا - (ورق ۶ ب) ناچار چارپایوں سے ہم طویلہ و ہم نوالہ ہوتے - اور ناطقان میخانہ معانی بدہستان مطلق سے ہم پیالہ ہوتے - اور درگاہ حی لایزال سے جبرئیل آمین وحی اوپر انبیا و رسل کے کیونکر نازل فرماتے - اور متکیان اریکہ نبوت و مسند نشینان اورنگ رسالت سے گمراہان بادیہ ضلالت و جہالت کس طریق سے فرمان راہ نجات و ہدایت پاتے - بموجب شعر :-

سخن گر یک قدم ماندی ز خود پس خدا و مصطفیٰ نشناختی کس

یہی وہ جوہر گراں بہا ہے جس سے (ورق ۷ الف) یک بلبل مشیت پر بیچ قفس مینا کار کے شبستان تاجداران میں آویزان رہتی ہیں - اور مثل قنادیل منور شعلہ آواز سے طوطی پنجرہائے مرصع نگار ایوان پادشاہان میں نور افشاں رہتی ہیں - اسی سے ہر نام الہی جلوہ گر ہوا ہے - اسی سے کلام نامتناہی ازبر ہوا ہے اسی کے باعث شاہان عرش وقار اور شعرائے خوش افکار کا نام زندہ ہے - یہی وہ ماہ کامل ہے کہ بے کم و کاست صبح ازل سے (ورق ۷ ب) شام ابد تک روز و شب یکساں تابندہ ہے - اور نزد ارباب دانش و بینش معین بلکہ مقرر ہے کہ ایک علم علوم سے بے تعلم و تلمذ استاد کامل غیر میسر و لاحاصل - الا بجز شعر کہ در ہر بحر تائیدات ربانی اور فیوضات سبحانی سے طبائع شاعر پر وا ہوتا ہے کہ اوس راہ سے ہنگہ و گاہ مضامین رنگین و خیالات نازک اوپر صفحہ دل کے الہام ہوا ہوا ہوتا ہے - بغیر استمداد و استفادہ (ورق ۸ الف) اس راہ سے اوپر مجرمان اسرار تقدس کے - سوا اس کے اس طائفہ کو کیا لکھئے - اور مصداق اس قول کا سوا اس شعر کے کہا کہئے :-

از حرم بارگہ کبریا پیش شعر آمد و اسمش انبیا
 سخن بس شاخ طوبی وار دارد کہ ہر شاخش ہزاران بار دارد
 سخن شد چون معانی ختم بر ہند کہ طوطی و شکر خیزند در ہند
 مرا ہم چون سخن ہنداست و ماوا کہ ہم در ہم صدف خیزد ز دریا
 دلم را با خرد شد تا سروکار زبانم را سخن باشد پرستار
 (ورق ۸ ب)

تعریف اقلیم ہند و تخصیص بیت السلطنت لکھنو۔

مرا باید ز ہندوستان سخن گفت کہ با عشق است خاک این زمین جفت

عجب عشق خیز زمین ہندوستان ہے۔ کہ عشق ہی مذہب
 ہر گبر و مسلمان ہے۔ جو خار ہے رشک گل چمن جاوید ہے جو ذرہ
 ہے منظور نظر خورشید ہے۔ یہ خطہ دلپذیر جنت نظیر ہے جس کی
 ہر روش باغ ارم شہداد بے پیر ہے۔ شعر ہے

نروید زین زمین برگ گیاهی کہ نبود میل او با کھربای

(ورق ۹ الف) خس و خاشاک عشق سے مست۔ در و دیوار محبت
 پرست۔ ہر سخت و نرم عشق کا مبتلا ہے۔ شاہد کلام مقناطیس و
 کھربا ہے۔ سارے عرب میں ایک قیس کی صحرا نوردی اور جانبازی کا
 تذکرہ ہے۔ تمام عجم میں ایک فرہاد کی کوہکنی اور سرفروشی کا شہرہ
 ہے۔ یہاں اکثر عروسہائے نا رسیدہ شوہران نادیدہ کے آتش عشق میں
 سستی بنا کرتی ہیں۔ آخر جسم خاکی کو خوفِ آبروئے عشق سے ترک
 ہوا و ہوس کر کے جلا کر راکھ (ورق ۹ ب) کیا کرتی ہیں۔ عورتوں
 سے وہ گرمی کا مردانہ ہے جس کے روبرو سرد ہنگامہ شمع و پروانہ ہے۔
 کار پردازان قضا و قدر نے آب عشق سے خاک ہند کو تر کیا ہے انسان سے
 حیوان تک میں محبت کا اثر بھر دیا ہے۔ پروانہ و بلبل کی گو قدیم داستان
 ہے۔ لاکن یہاں کے پیپھے اور کویل کی ہیپی اور کوک کا ہزار
 رنگ سے بیان ہے۔ الغرض جہاں کے انسان اور حیوان کا یہ احوال اور
 رعیت کی یہ چال ہو۔ اوس سر زمین خجستہ آئین کے (ورق ۱۰ الف)
 شہنشاہ ظل اللہ کے اوصاف میں گنگ زبان۔ اور یہ ماجرا اظہر من الشمس

ہے۔ بقول عیان را چہ بیان۔ تقدیر سے ایسا شہریار، قسمت سے ایسا تاجدار ملتا ہے۔ شمشاد گلزار جوانی۔ مسیحا خصال یوسف ثانی۔ مالک اقلیم حسن خدا داد۔ نتیجہ بہار گلشن ایجاد۔ وضع و شریف، سیرت کے فریفتہ۔ زن و مرد صورت کے شیفتہ۔ صاحب تخت و تاج (ورق ۱۰ ب) معشوق خصلت۔ عاشق مزاج۔ ہزاروں کشتہ شمشیر ابرو۔ لاکھوں بستہ زنجیر گیسو۔ کروڑوں دھن شیریں کی الفت میں باہم۔ پدموں لب جاں بخش پر بیدم۔ خدنگ غمزہ قاتل جہاں۔ ناوک نگاہ دشمن جاں۔ ہر شریں ادا رشک فرہاد ہے۔ مجنوناہ ہر لیلی نژاد ہے۔ جس نے وصف اس بادشاہ حسن کا سنا ہے۔ برسوں کیا عمر بھر تمنائے وصل میں سر دھنا ہے۔ اکثر پردہ نشینان عصمت (ورق ۱۱ الف) شرف نکاح سے سر فراز ہوئیں۔ سینکڑوں حور صورت عز متعہ سے ممتاز ہوئیں۔ خصوصاً سرتاج عاشقان یعنی حجلہ نشین شرم و حیا۔ عزلت گزین گوشہ انزوا۔ عفت مآب۔ مریم قباب۔ مخدرہ زمان جناب ممتاز جہاں نواب اکیل محل صاحبہ دامت ظلہا بنت نواب محمد علی خان ولد نواب علی محمد خان نواسی نواب شہامت علی خان عرف مرزا جنگلی (ورق ۱۱ ب) خلف نواب شجاع الدولہ بہادر۔ زوجہ و عاشقہ صادقہ قدیمہ حضرت خلافت پناہی ظل اللہی۔ مالک الרכاب سلاطین عالم۔ مرجع خواقین اعظم۔ مرشد انام۔ سروج اسلام۔ فرہنگ آرائے۔ عدو بند۔ قلعہ کشائے۔ جلا بخش دیدہ دولت و اقبال۔ مسند افروز بارگاہ جاہ و جلال۔ نو باوہ گلشن کرم و سخاوت (ورق ۱۲ الف) جوہر شمشیر تہور و شجاعت، نص خاتم دلربائی و ہوشیاری۔ مرکز دائرہ بختہندی و کامگاری۔ زنگ زدائے مرآت حق پسندی۔ ناصیہ افروز خرد پروری و ہنرمندی۔ والا فطرت۔ روشن قیاس۔ حقیقت پڑوہ، ایزد شناس۔ خاقان ابن خاقان۔ سلطان ابن سلطان۔ ابوالمنصور ناصر الدین سکندر جاہ محمد واجد علی شاہ بادشاہ غازی (ورق ۱۲ ب) المقلب بسلطان عالم و المخاطب بجان عالم۔ اعاد اللہ ملکہ و سلطنتہ، نظم

چہ شاہی کہ شاہان والا شکوہ دوان در رکابش گروہا گروہ

ہمہ سر فرازان و گردن کشان بزمگان برو بند آن آستان
 در اندم کہ جلوہ دہد بر سریر نماید چو بر چرخ بدر منیر
 زخشم آورد چون گرہ بر جبین زبیمش خزد آسمان و زمین
 ز عدلش کہ باشد بقارا دلیل بخر طوم رو بد رہ پشہ پیل
 کفش ابر نیسان بگاہ کرم (ورق ۱۳ الف) فشانده بر آفاق گنج و درم
 کلید ظفر تیغ تیزش نبشت شہ و ابن شاہ تابہ ہفتاد پشت

اور اگر کوئی اس توصیف بندگان دارا دربان سلطان جم جاہ
 کو کہ جو راست راست بے کم و کاست اس خانہ زاد نے بیان کیا
 ہے مبالغہ شاعری ذہن ناقص میں لائے چشم بد دور اپنی آنکھوں سے
 دیکھے سر بکف سامنے آئے۔ شعر

این است کہ دل بردہ و خون کردہ بسی را بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسی را
 شبیہ^۱ حضرت سلطان عالم کہ ہے تصویر گویا جان عالم
 الہی^۲ تو این شاہ عالی نژاد کہ شاہ چنین کس ندارد بیاد
^۳ بہ تخت شہی تا قیامت بدار ز آفات گیتی سلامت بدار

تب دوری و مرض مہجوری اس عاشق صداقت کیش - معشوق
 مروت اندیش - فرہاد منش شریں مقال مہجنوں روشن لیلی خصال -
 نازک طبع و نازک خیال - بزم آرائے حسن و جمال - یعنی سلطان عالم
 اعاد اللہ ملکہ و سلطنتہ میں اوس ہنگام سے کہ ملازمان دارا دربان
 حضرت قدر قدرت نے بسبب گردش چرخ دوار و نیرنگی (ورق ۱۴ ب)
 فلک جفا کار - اپنے بیت السلطنت لکھنو صوبہ اختر نگر سے نہضت
 فرما کے دارالامارہ کلکتہ کو خیام فلک احتشام سے شرف و امتیاز بخشا
 تھا گرفتار و مبتلا تھیں اور سوز و گداز میں شمع آسا تھیں - مثل بدر
 کی کاہیدہ اور خواب و خور سے کنار کشیدہ - اپنی جوانی کو مبدل
 بہ ناتوانی کر کے مثل برگ خزانہ برنگ زعفرانی بستر مہاجرت پر
 بصد پریشانی و حیرانی بسر اوقات شبانہ روز (ورق ۱۵ الف) فرماتی

۱ - ورق ۱۳ ب - ۲ - ان دونوں اشعار کے درمیان پورے صفحے پر
 واجد علی شاہ کی شبیہ بنی ہوئی ہے - ۳ - ورق ۱۴ الف -

تھیں۔ لاکن واسطے تشفی دل حزیں و تسکین خاطر غمگین بخیال المکتوب نصف الملاقات - سلسلہ رسل رسائل محبت نامجات جاری فرمایا اس رنگ سے دل کو بہلایا اور اکثر حضرت قدر قدرت نے جو نامجات اشتیاق آگیاں اور مکتوبات شوق آئیں کمال آفت اور افراط محبت سے تحریر فرما کے ارسال کئے تھے وہ رات دن مانند سفینہ بالائے سینہ بی کینہہ رہتے تھے - (ورق ۱۵ ب) ایک شب کواکب انور اوپر فلک اخضر کے مانند نور دولت و اقبال کے ناصیہ بختمندان سے شعلہ انداز - و دیدہ ستارگان مثل فراق دیدگان سوختہ دل کے بسوز و گداز و فلک مانند صوفیان ارزق پوش کے رقصاں - و چراغ ماہ نورانی اوپر رواق دخانی کے مثل تجلیات ربانی اوپر کوہ طور کے پرتو فشاں تھا۔ یکایک اوپر ضمیر فیض منیر جناب (ورق ۱۶ الف) عفت مآب کے آیا کہ آیا محبت نامجات کہ جو ہمارے سلطان عالم و پیارے جان عالم زید اللہ حسنہ و جمالہ و اعاد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے بوفور عنایت بے غایت ہم کو بھجوائے ہیں اور عبارت رنگین و لطیف سے زیب قلم فرمائے ہیں اگر وہ درر معانی و گوہر سخندانہ سلسلہ تحریر میں مثل انشاء کے مسلسل ہوں پس وقت تنہائی و جدائی میں تشفی بخش عاشقہ اکمل ہوں - (ورق ۱۶ ب) اور تا قیامت حسن دل افروز جان عالم ادام اللہ مجتہ کا شہرہ اور ہمارے عشق صادق کا مثل شیریں و زلیخا کے چرچا تا قیام روز قیام قائم رہے - اور یہ انشاء مثل عروسان نوخاستہ مشاطگی خوشنویسان و نقاشان سے پر نور نقش و نگار مطلا و مذہب و منقرو محلی ہو کر زینت بخش بزم معانی و حجلہ آرائے طبع سخندانہ دائم رہے - اور طبع (ورق ۱۷ الف) مبارک نے تجویز اس امر خاص سے ایسا لطف اٹھایا کہ علی الصباح اس ہیچمدان کج مج زبان سراپا تقصیر اکبر علی خان تخلص توقیر سے کہ پشت ہا پشت سے خانہ زاد سرکار فیض آثار کا ہے و با الفعل بعہدہ جواب نویسی محبت نامجات نواب موصوفہ و ممدوحہ کے معین و مقرر ہے واسطی اہتمام اور تیاری کے ارشاد فرمایا - بعد مشرف ہونے زیارات محبت نامجات کہ جس کے مصنف اور مولف کی (ورق ۱۷ ب) تعریف میں انسان کی کیا مجال

کہ زبان کہوئے اور توصیف میں ایسے کلام عدیم النظر کے منہ سے
 بوئے۔ بجز اس کے

کہ سلطان ملک معانی ہیں شاہ
 وہاں نامور کیا ہو نام کلیم
 نظیری سے کوئی اگر دے نظیر
 وہ دیوان ارشاد فرمائے ہیں
 غزل دفتر عشق کی فرد ہے
 جو مطلع ہے وہ مطلع سہر ہے
 ہر اک مثنوی ہے عجب رنگ کی
 زہے حسن نثر شہنشاہ نثر
 ترقی ہے یہ پیہ پیہ نثر میں
 وہ ہی اوج شہباز مضمون شاہ
 جو دیکھیں گل طبع رنگیں کے جوش
 وہ مکتوب فرمائے ہیں لا جواب
 جہاں سنئے شہرت ہے ہنگامہ ہے
 وہ فقرے لطائف سے مالوف ہیں
 بشر کیا ہیں دیوانے تالیف پر
 مثل کے ہیں معنی گواہ کلام

فصاحت بلاغت کے بانی ہیں شاہ
 حروف غلط ہیں کلام کلیم
 تو انصاف اس کو کہے بے نظیر
 کہ مطبوع عالم ہیں چھپوائے ہیں
 کہ دیوان آتش وہاں سرد ہے
 تخلص سے مقطع پری چہر ہے
 سراپا ہے عشاق کے ڈھنگ کی
 کہ بو نصر بھی ہو ہوا خواہ نثر
 چمک نثر طائر کی ہے نثر میں
 کہ ہومرغ طغرائے بھی مفتون شاہ
 آڑیں بلبل روح سعدی کے ہوش
 ملک کو بھی مشکل ہے جن کا جواب
 ہر اک نامہ شاہ شہنامہ ہے
 عبارات رنگیں میں ملفوف ہیں
 پھر کتی ہیں پریاں بھی تصنیف پر
 کلام شہاں بادشاہ کلام

(ورق ۱۹ ب) الغرض بموجب الامر فوق الادب وہ گہرہائے
 شاہوار زادہ طبع ہمایون شہریار کہ فرداً فرداً جدا مثل در یکتا تھے
 واسطے جمع کرنے کے کمر سعی مضبوط باندھ کر وہ در دانہ ہائے
 مکنون کہ مانند سلک گسستہ جا بجا تھے پنچہ مژگان سے چنکے انسلاک
 روابط میں مسلسل و باہم، اور وہ انجم درخشندہ کہ مثل ستارگان
 بنات النعش متفرق و جدا تھے (ورق ۲۰ الف) برنگ کو کبان پروین
 فراہم کر کے جلابخش دیدہ انجم شناسان روشن قیاس و
 مہندسان دقیقہ شناس کئے اور اون گلہائے ریاض دانش اختری کو

کہ چمن زار عبارت لطیف میں شگفتہ ہیں بطور گلچیں بریاض طبع سقیم
بروش گلدستہ رنگیں آراستہ کر کے بہ نظر نخلبندان گلزار معانی برنگ
ارمغانی پیش کش دی۔ اور ابھی کہ کل چند جز کی تیاری اور
تحریر (ورق ۲۰ ب) شروع تھی اور ہر ہر محرر اور نقاش کی طبیعت
بخیاں نمک خوارئی قدیم بجانفشانی رجوع تھی۔ یکایک بموجب
مصرعہ:۔ کہ دلہا را بدلہا راہ باشد

واسطے تیاری اس امر مجوزہ خاص کے بنام نواب صاحبہ ممدوحہ و موصوفہ
کے حکم شاہانہ ہوا۔ چونکہ مزاج مبارک از حد مصروف و مشغول
تھا مگر مصرعہ سمند شوق پر ایک اور تازیانہ ہوا۔ پھر تو جناب
عفت مآب نے (ورق ۲۱ الف) انشاء موصوفہ کو مثل عروس بآراستگی
ہفت در ہفت مرتب مزین کر کے مخاطب بخطاب تاریخ ممتاز فرمایا اور
بہ مشاطگی طبع سلیس حضوری شاہ کجکلاہ سلطان عالم اعاداللہ ملکہ و
سلطنتہ سی سر افرازی کا رتبہ بخشایا۔ اس آمید پر شعر:۔

کہ مقبول سلطان عالم ہو یہ پسند دل جان عالم ہو یہ
قطعہ تاریخ

ترتیب تاریخ ممتاز از طبع حقیر خانہ زاد قدیم (ورق ۲۱ ب)
اکبر علی خان تخلص توقیر

حضرت سلطان عالم کا ہے فیض طبع خاص
ڈاک کو گویا بنایا شاہراہ نامجات
اس قدر تحریر فرمایا قلم برداشتہ
شاہ نامے پر بھی اب ہے اشتباہ نامجات
صورت پروانہ و کبک آج کل ہے مرغ دل
جلوہ گر ایسی ہے ہر ہر شمع ماہ نامجات
جب کلام پادشاہ رتبے میں ہو ملک الکلام
کیوں نہ ہو نامونسے بڑھ کر عزو جاہ نامجات
عرض کی تاریخ بھی توقیر خانہ زاد نے
نامہ^۱ شاہ ایک اک ہے بادشاہ نامجات

شروع محبت نامجات بلاغت آیات بابت سنہ ۱۲۷۲ لغایت ۱۲۷۳ ہجری

(ورق ۲۲ الف) محبت نامہ اول

افسر فرق جلیل ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ کو سلطان
عالم کی طرف سے معلوم ہوا اے تاج فرق محبوبان رقعہ بہزاد سرقعہ
تمہارا عین تشنگی انتظار میں سیراب کن جان بیتاب ہوا -
بحمد اللہ تعالیٰ یہاں تا تحریر رقیمہ (ورق ۲۲ ب) محبت ضمیمہ ہر
طرح کا فضل جناب باری ہے اور صحت اور سلامتی اوس ماہ شب چہارہ
کی ہمیشہ درگاہ خالق ارضین و سماوات سے مطلوب ہے - شب و روز
تصور رہتا ہے کہ یہ ایام ملال کس طرح بسر ہوتے ہوں گے - کیا
کہوں وہ تمہارا سکندر باغ کا رہنا اور ہمارا پروانہ وار گاڑی پر
دن دن بھر تمہارے ساتھ پھرنا اور ڈومنیوں کا مجرا کرنا اور راتوں
کو چبوترے پر بسر کرنا اور نوبت کی صدائیں اور شہنا کی
(ورق ۲۳ الف) آوازیں یہ سب شبانہ روز آنکھوں کے تلے پھرتا ہے -
دل مسوس مسوس کر رہ جاتا ہوں - کیا کروں - زمین سخت آسمان
دور ہے ، میرا کیا قصور ہے - خدا غارت کرے اون لوگوں کو
جنہوں نے خانہ بربادی ہماری کی - اور آپ خوش خوش حکمرانی
کرتے ہیں - اور اون کے ہوا خواہ اون کے ہمراہ اون کا دم بھرتے
ہیں - ہمیں تو آج تک فلک نے ایسا پیسا ہے کہ مغز کا بھیجا ناخن سے
نکلتا ہے - گھنے گھنے (ورق ۲۳ ب) جنگل ، کالے کالے پہاڑ ، نہ کہیں
سایہ نہ کہیں آڑ - خدا خدا کر کلکتے میں پہنچے - اوس پر بھی مدعی

سایہ دیوار ساں ساتھ ہیں ۔ کاٹ پھانس سے ایک لمحہ نہیں چوکتے ۔
 اگر ہم گھبرا کر روز کی چخ چخ سے مونہہ بھی چراتے ہیں مگر کہنے
 والے پھر اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں ۔ خدا انجام بخیر کرے ۔ وہ
 کون دن ہے کہ یاد رخ مہر تمثال سینے میں نہیں بھری رہتی ہے شعر :-

کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو (ورق ۲۴ الف)
 راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو

تری آنکھوں سے ایک لحظہ نہیں سوکھتی ۔ قاصد بہت کمیاب ہیں کہ جن
 کے ہاتھوں درد دل لکھ کر بھیجا کروں ۔ اگر کوئی ڈاکیہ نصیبوں سے
 ہاتھ آ گیا تو ہزار ہزار منت اور سماجت سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر ایک آدھ
 خط روانہ کیا ۔ خیر شکر خدا کا کہ حاکم ہو کر محکوم بننا پڑا ۔
 کبھی کبھی کوئی خط تم صاحبوں میں سے جو آ جاتا ہے گویا
 (ورق ۲۴ ب) جان تازہ آتی ہے ۔ اور تمہارے خط کو تو سینے پر
 رکھا ، چھاتی سے لگایا ۔ آنکھوں پر رکھا بہت چوما چاٹا ۔ یہاں تک
 کہ اس کے حرف بھی مٹ گئے ۔ اس پر بھی بے جواب لکھے تسکین نہ
 ہوئی ۔ خدا تعالیٰ ہمیں تمہیں پھر جلد باہم کرے ۔ اور یہ مصیبتیں
 رات دن کی کم کرے ۔ جان من ہراساں نہ ہونا ۔ نہ رونا نہ منہ اشکوں
 سے دھونا ۔ خیر خدا نے جو مصیبت ڈالی اسے ہر طرح کاٹنا (ورق ۲۵ الف)
 ہم اتنا افسوس کرتے ہیں تو کیا پاتے ہیں فضل خدا اگر ہو تو سب
 ایام غم بات کہتے کہتے کٹ جاتے ہیں خوف ظالموں کو نہیں ہے اتنا
 ستایا اوس پر بھی باز نہیں آتے ۔ وہی اس کا اجر دے گا ہم تم سب
 سارا شہر تو مظلوم ہیں ۔ کیا حق سبحانہ و تعالیٰ مظلوموں کو
 ظالموں ہی کے پنجہ قدرت میں رکھے گا ۔ مظلوموں کی داد نہ دے گا ۔
 شام غم کب تک گھیرے رہے گی ۔ دنیا کب تک منہ پھیرے رہے گی ؟
 (ورق ۲۵ ب) کیا صبح امید نہ ہوگی ۔ شعاع عدل خورشید نہ ہوگی
 دام بلا کب تک بچھا رہے گا ۔ جوین دنیا کب تک بن بن کے
 دکھلائے گی ۔ ہمارا دل خود ایسی یسوا دغا باز پر نہیں ہے اس سے
 چمٹو تو نخرے کرتی ہے اور اگر منہ موڑو تو پاؤں پڑتی ہے ۔ اس

کی یہی چالیں ہیں غضب پیٹ سے پاؤں نکلے ہیں - مگر کیا ہوتا ہے
میرا اور اس کا دونوں کا بنانے والا تو کوئی اور ہی ہے -
۵ ذی قعد سنہ ۱۲۷۲ ہجری (ورق ۲۶ الف) راقم جان عالم

محبت نامہ دوم

نواختہ رب جلیل نواب اکیل محل صاحبہ کو جان عالم کی
طرف سے معلوم ہو ، بعد گلدستہ بندی تمنائے موصلت و چمن چمن
ہوائے موافقت واضح رائے عالم آراے ہووے - اے جان جہاں ایک
خط الفت نمط میں تم کو لکھ چکا ہوں - یقین ہے کہ پہنچا ہو -
اب یہ دوسرا مرتبہ ہے عالم الغیب (ورق ۲۶ ب) دانا ہے - جیسا کہ
فراق محبوبان خوش و شان نے اس صحرائے کلکتہ میں حال زار میرا
کر دیا ہے - ایک ایک داغ ہجر دلبر ایک ایک درہم کے برابر دیا
ہے - کیا فلک کی یہی چال ڈھال ہوتی ہے کہ بن مارے زندگی و بال
ہوتی ہے - بقول میر حسن مرحوم :-

فلک نے تو ایسا ہنسایا نہ تھا کہ جس کے عوض یوں رولانے لگا

عبث دم دوستی اسکی ذات سے توقع رکھتے تھے - ایسا بے سروت
نکلا کہ دو دلوں کو (ورق ۱۲۷) بہم نہیں دیکھ سکتا - خیر
جاتا کہاں ہے - اسے ہم خود پیس ڈالینگے - نوبت اب یہ پہنچی ہے
کہ سوا نالہ و زاری اور شغل گریہ و بے قراری ایک دم بھر تمہاری
یاد نہیں بھولتی - افسوس جان من وہ کیا دن تھے کہ تم شمع تھیں
ہم تم پر پروانہ تھے - اللہ یہ بھی دن کاٹ دیگا - بہت گئی اور
تھوڑی رہی - مگر چونکہ فراق اوس ماہ پارے کا ہم کو بہت ناگوار
ہے تو بیشتر یہ شعر زبان پر رہتا ہے - شعر

(ورق ۲۷ ب) صبا بہ لطف بگو آن غزالِ رعنا را

کہ سر بہ کوہ و بیابان تو دادہ مارا

خیر اب یہ عالم ہے - قطعہ

کسی کی شب وصل سوتے کٹی ہے کسی کی شب ہجر روتے کٹی ہے
 ہماری یہ شب کونسی ہے الہی نہ سوتے کٹی ہے نہ روتے کٹی ہے
 اب مناسب ہے کہ مدام اپنے احوال خیر مآل سے مطلع کرتے
 رہو - کہ تسکین دل بے تاب ہوا کرے اور غمزدہ فراق کی جان
 میں جان آئے للہ الحمد کہ تمکو ہماری یاد آج تک فراموش نہیں
 (ورق ۲۸ الف) ہمیں بھی تمہاری یاد دوش بدوش چلی جاتی ہے -
 ہاں البتہ اگر چندے یونہی ایام غم بسر ہونگے تو کاہیکو حضرت
 فراق چین لینے دینگے - مگر اب تو عالم مجبوی ہے - ہیجدہم
 شہر ذی قعد ۱۲۷۲ ہجری - راقم جان عالم -

محبت نامہ سوم

ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ کو بعد اشتیاق ملاقات
 مسرت آیات اور ہزار (ورق ۲۸ ب) ہزار تمنائے ذوق و شوق اور
 لطف وصل و مواصلت کے سلطان مغموم جانعالم حزیں کی طرف سے
 روشن اور مبرہن اور واضح اور منکشف ہو - خط محبت نمط تمہارا
 عین آرزو اور تمنائے دلی میں پر توفگن خانہ مراد ہوا جان تازہ بدن
 میں اور روح پاک و صاف و لطیف والطف تن میں داخل ہوئی -
 آنکھوں کو سرور اور دل میں غرور قرار واقعی ہوا - اور ایک تعویذ
 نذر امام ضامن و ثامن (ورق ۲۹ الف) علیہ الف الف تحیتہ والثناء والسلام
 حسب دستور مستمرہ قدیمی ہمراہ اوس رقعہ آفت مرقعہ کے آیا موافق عادت
 اور حسب دستور قدیم موافق اور مطابق شہور اور سنین حال ماضی
 اور گزشتہ اور پیوستہ کے کمال مہر و محبت اور عنایت اور شفقت
 سے زیب بازوے خویش فرمایا - حق سجانہ و تعالیٰ بہ تصدیق
 زور بازوئے یداللہی جلد بقوت اور زور (ورق ۲۹ ب) تمام بہ
 تصدیق روح امام ہشتم ضامن و ثامن علیہ السلام جلد با مرادات دلی
 اور دینی اور دینوی اور بامقاصدات قلبی ظاہری و باطنی باسرع الاحوال
 والا وقاۃ کامیاب اور فتحمند کر کے سریر آرائے تخت لکھنو کرے -

اور اس کا باندھنا ایسا مبارک ہو کہ پھر وہی دن عید اور شب شب
برات ہو - آمین ثم آمین - ایں دعا ازمین و از خلق خدا آمین باد -
(ورق ۳۰ الف) ۵ ذی حج ۱۲۷۲ ہجری - راقم غریب الوطن جان عالم -

محبت نامہ چہارم

غزل

خانہ مہر پرانوار ہیں اکیلے محل
کیوں نہ ہو کیا در شہوار ہیں اکیلے محل
محرم خلوت و محبوبہ شبہائے وصال
میری مونس سری غمخوار ہیں اکیلے محل
گل خورشید جلے دیکھ کے ثروت اونکی
(ورق ۳۰ ب) آفتاب فلک یار ہیں اکیلے محل
میری جانی میری پیاری میری محبوبہ خوش
مہ رخ و خوش بدن و یار ہیں اکیلے محل
خار کھاتے ہیں حسینان جہاں جل جل کر
لکھنو میں وہ طرحدار ہیں اکیلے محل
محفل عیش بیا رہتی ہیں معشوقونمیں
بانی حسن ہیں سردار ہیں اکیلے محل
(ورق ۳۱ الف) کھینچتے ہیں قد خوش طول پہ عاشق کی جان
بہر عاشق صفت دار ہیں اکیلے محل
اشک ریزاں ہیں خیال رخ محبوب سے وہ
چشم آفت سے گہر بار ہیں اکیلے محل
عاشقی شیوہ امراض جہاں ہے دیکھو
نرگس چشم کی بیمار ہیں اکیلے محل
خرمن ہستی اعدا کو جلاتی ہیں روز
(ورق ۳۱ ب) برق ہیں آہ شرر بار ہیں اکیلے محل
کیوں نہ خمخانہ عالم میں بڑھے قدر زیاد
ایسی خمار ہیں ہشیار ہیں اکیلے محل

دینچه شایسته خیری را قسم غمربا لوطین جا لغالم

محبت نامه پیارم غزل

خانه محراب برانوارین اکلیل محل

کیون نهوکیا در شهوارین اکلیل محل

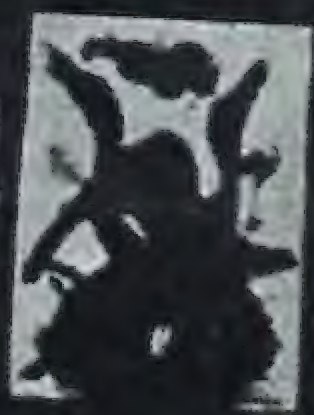
محرم خلوت و محبوبه شبهای صال

سیری مونس مری غمخوارین اکلیل محل

گل خورشید علی و یکبه کی شروت افونکی



قناب فلک یار من اطلال سر



میر سجانی سیری پیاری سیری محبوبه خوش



سرخ و خوش بدن یار من اطلال سر



نثار کلماتی من چو سیان جهان جل طلک



لکنو من و وطن دار من اطلال سر



مخل عشق یار منی من معشوق و من



بانی حسن من سروا من اطلال سر



فشنجی من قد غرث طول به عاشق کی جان

به عاشق صفت دارم من اهل دل



اشک ریزان من خیال رخ محبوبی

چشم الفت سی کهر بار من اهل دل



عاشقی شیوه امراض جهان ہی مکیو

ز چشم کی بیمار من اهل دل



خزمن سستی اعدا کو طلافی من روز



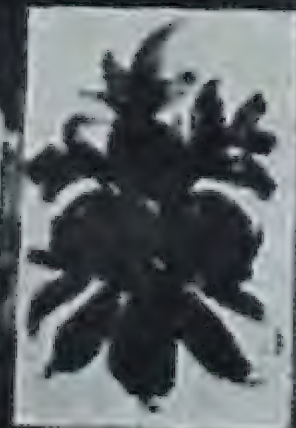
برق من آتش را برین اطلیل محل



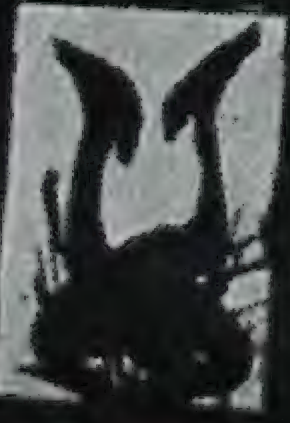
کیون نہ خجائے عالم من تیری قدر را



ایسی خار من ہشیا برین اطلیل محل



صفت قبلہ نما پرفی من انگہ من انور



آسترا طر حیدرین اطلیل محل

یہ غزل بی بدل مجھ کی تمہاری ولولہ محبت من او

جوش الفت من نظر کی تہی تمہاری تسلی خاطر کی

صفت قبلہ نما پڑتی ہیں آنکھیں آن پر
اختر زار طرحدار ہیں اکیل محل

یہ غزل بے بدل بر محل تمہارے ولولہء محبت میں اور جوش
آفت میں نظم کی تھی - تمہاری تسلی خاطر کیلئے (ورق ۱۳۲) روانہ
کی ہے - خدا ہمیں تمہیں جلد مسرور کرے - یہ صدمے فراق کے
دور کرے - دل اب تو بہت گھبراتا ہے - کلیجہ منہ کو آتا ہے -
صبر و تحمل رخصت ہوئے - یہی دعا ہے کہ پھر وہی صحبتیں وہی
چہچہے وہی جلسے وہی قہقہے ہوں - راقم بے وطن جان عالم -
۲۷ ذی حج ۱۲۷۲ ہجری -

محبت خاتمہ پنجم

غزل

حسن کش ہے آپکا انداز ممتاز جہاں
(ورق ۳۲ ب) صوت شیشہ ہے بنی آواز ممتاز جہاں
کیا سنبھالے تیر شرگاں کا کوئی وار اے پری
بن گیا تودہ قدر انداز ممتاز جہاں
خط شوقیہ کی آمد جب سے آس نے ہے سنی
دل ہوا ہے گوش بر آواز ممتاز جہاں
میری محرم ہے میری مونس ہے میری ہے انیس
مدتوں سے ہے میری ہمارا ممتاز جہاں
(ورق ۳۳ الف) افتخار دو جہاں ہیں اعتبار دوستان
سب پرزادوں میں ہیں ممتاز ممتاز جہاں
ختم ہیں تجھ ماہ روپر راست کہتا ہوں اسے
عشوہ و غمزہ، ادا، انداز، ممتاز جہاں
مبتلا رنج سفر میں ہیں قسم اللہ کی
کاهشوں میں ہیں ترے جانباز ممتاز جہاں
اشتیاق عارض خوش میں ہیں ہم صبح و سہا
(ورق ۳۳ ب) بھولے کیا تجھ ماہ کا انداز ممتاز جہاں

پردہ در پر لگے رہتے ہیں میرے دونوں کان
 پھر سنا دے عشق کی آواز ممتاز جہاں
 کیا چھپاؤں حال دل تجھ سے ہویدا ہے سبھی
 میری جانی ہے میری ہمراز ممتاز جہاں
 تیرے اس روئے کتابی پر یہ مایل ہے بہت
 عاشق خود رفتہ کو ہے ناز ممتاز جہاں
 (ورق ۳۴ الف) یہ ادا بھوئے گی کیا گذریں اگرچہ لاکھ سال
 عشق کا اختر میں ہے انداز ممتاز جہاں

چند شعر غزل کے کہ مشعر حال اضطرار دل محبت منزل ہیں
 عجب ولولہ شوق میں نظم کئے ہیں - کہ اوس سے اختر ہی کا دل
 خوب آگاہ ہے - اے برباد کنندہ متاع صبر و قرار عاشق دور افتادہ
 خدا گواہ ہے کہ اب تو ایک ایک گھڑی مثل ایک سال کے گذرتی ہے -
 مفارقت طبیعت محبت طویت کو (ورق ۳۴ ب) بہت بے چین کرتی ہے -
 اس کو تصور کرو کہ جو اوس عیش و آرام اور جاہ و حشمت
 سکندری سے بسر کرتا ہو یا وہ اب گردش فلکی سے کوٹھی راجہ
 بردوان میں کہ واسطے دشمنوں کے محبس سے کم نہیں دن مصیبت کے
 بھرتا ہو کیا اوس کے دل کا عالم ہوگا - زیادہ کیا لکھوں -
 راقم جان عالم پنجم محرم ۱۲۷۳ھ -

محبت نامہ ششم

غزل

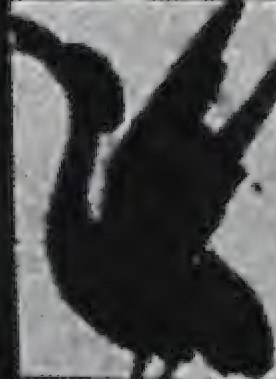
حور خصلت ہے خوش انسان ہے زینب بیگم
 (ورق ۳۵ الف) مثل آئینہ درخشان ہے زینب بیگم
 چاہوں میں تجھ کو مجھے چاہے تو اے گل ہردم
 میری تیری یہی پیمان ہے زینب بیگم
 باعث راحت و عیش و طرب و لطف و سرور
 خوش قرینہ ہے مری جان ہے زینب بیگم



هونای نین جانی ترا چهره محکو



و هیان ترا بمی هر آن هی زینب سلیم



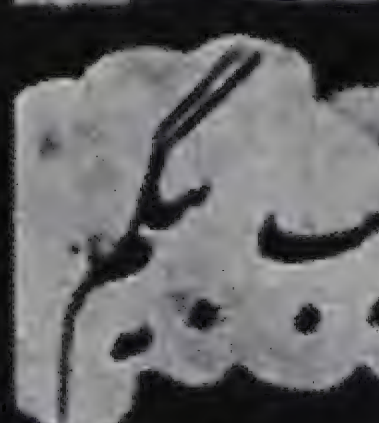
رفتند از تری جسی نظری هی نهان



میر محبوبه پریشان هی زینب سلیم



بلد ترا سکو الهی کهین وصلت محبوب



بحرین دل مرانالان هی زینب سلیم



چپ کیا چهره خوش جسی نظری

کیوں نہ اکلیل محل تجھ کو کہیں پیرو جوان
 تاجداری تو تیری شان ہے زینب بیگم
 (ورق ۳۵ ب) بھولتا ہی نہیں جانی ترا چہرہ مجھ کو
 دھیان تیرا مجھے ہر آن ہے زینب بیگم
 زلف خمدار تیری جب سے نظر سے ہے نہاں
 میرا مجموعہ پریشان ہے زینب بیگم
 جلد تر اس کو الہی کہیں وصلت ہو نصیب
 ہجر میں دل میرا نالان ہے زینب بیگم
 چھپ گیا چہرہ خوش جب سے میری نظروں سے
 (ورق ۳۶ الف) مثل آئینہ یہ حیران ہے زینب بیگم
 کس سے پونچھے گا بھلا دیدہ تر فرقت میں
 آسمان تو میرا دامن ہے زینب بیگم
 کیوں نہ گلچین جہاں صید ہوں گلزاروں میں
 بلبل باغ خوش الحان ہے زینب بیگم
 روئے خورشید ہے پنڈلی تری اے سایہ ناز
 رشک مہتاب تری ران ہے زینب بیگم
 (ورق ۳۶ ب) جب کوئی برگ خزاں دیکھنا کہنا وہ ہے
 تیرے اختر کی یہ پہچان ہے زینب بیگم

اکلیل محل نواب زینب بیگم صاحبہ کو جان عالم کی طرف سے
 بعد اشتیاق معانقہ جسمانی اور مصافحہ روحانی روشن اور مبرہن
 رائے قمر ضیائے ہو غزل دوسری تمہارے قدیمی نام پر شدت درد فراق
 میں موزوں کی ہے - اچھی ہے - تم اسے خود (ورق ۳۷ الف) پڑھو گی
 اور گاؤ گی - باقی ہمہ وجوہ خیریت ہے - امید کہ تا احصال دولت
 مواصلت رسم نامہ و پیام جاری رہا کرے - مورخہ بستم محرم ۱۲۷۳ھ
 راقم سکندر جاہ اختر -

محبت نامہ ہفتم

غزل

خوش قرینہ ستم ایجاد ہے زینب بیگم
 حضرت عشق کی استاد ہے زینب بیگم
 عارض روئے منور پہ عجب عالم ہے
 (ورق ۳۷ ب) حور ہے چاند، پریزاد ہے زینب بیگم
 پیچ پر پیچ دئے زلف رسا سے تو نے
 لٹ گئے ہم، تری فریاد ہے زینب بیگم
 غیر پہلو میں رہا کرتے ہیں میں دور ہوا
 اجی کیوں میری بھی کچھ یاد ہے زینب بیگم
 داد بیداد نہ کروا نہ جھنکا سچو کنوئیں
 رحم کر یہ دل ناشاد ہے زینب بیگم
 (ورق ۳۸ الف) شجر وادیٰ ایمن ہے جھلک عارض کی
 رشک لالہ قد شمشاد ہے زینب بیگم
 بسے رہتے ہیں حسین سینکڑوں اس میں دن رات
 خانہ دل ترا آباد ہے زینب بیگم
 دم نکلتا ہے تجھے دیکھ کے اے جان جہاں
 میری جان میری پریزاد ہے زینب بیگم
 جال زلفوں کا بچھاتی ہے کہیں دانہ خال
 (ورق ۳۸ ب) طائر عشق کی صیاد ہے زینب بیگم
 غزل تازہ کہی ہے تیرے بہلانے کو
 یہ میرے عشق کی روداد ہے زینب بیگم
 زلف ہرگز نہیں شانے پہ یہ دھوکا ہے نرا
 دام بردوش ہے صیاد ہے زینب بیگم
 اختر زار نہ کہواؤ بس آگے مجھ سے
 مسکن حسن خداداد ہے زینب بیگم

(ورق ۳۹ الف) ممتاز جہاں اکیل محل نواب زینب بیگم صاحبہ کو جان عالم کی طرف سے معلوم ہو - دو غزلیں اس سے پیشتر موزوں کر کے روانہ کر چکا ہوں - خدا جانے پہنچیں یا نہیں پہنچیں - ہمیں رسید ایک کی بھی ابھی تک نہیں آئی - یہ تیسری غزل تمہارے قدیمی نام پر موزوں کر کے بھیجتا ہوں - امیدوار ہوں کہ تینوں غزلوں کی رسید مرحمت ہو - اور جو نہ پہنچیں ہو تو ویسے اطلاع ہو - مورخہ بست و ششم محرم ۱۲۷۳ھ (ورق ۳۹ ب) راقم غریب اختر -

محبت نامہ ہشتم

نواب اکیل محل صاحبہ سلامت رہو - خط مسرت نمط چوتھی ماہ صفر کی کپتان کنزالدولہ بہادر کی معرفت محفل افروز ہوا - بعد اشتیاق اس میں لکھا تھا کہ میں نے امام ضامن بھیجا ہے - چنانچہ حسب نوشتہ تلاش کیا - امام ضامن نہیں ملا - باقی سب طرح فضل الہی ہے - جناب عالیہ 'خیر و عافیت سے داخل لندن ہوئیں مگر ابھی کوئی خط نہیں پہنچا - امید کہ اسی طرح ارقام رقیمہ ہائے وداد سے (ورق ۳۹ الف) راقم کو سرور کیا کرو - چہارم صفر ۱۲۷۳ھ الراقم مہموم سلطان عالم -

محبت نامہ نہم

مایہ 'نشاط، باعث انبساط، حظ زندگانی، میوہ باغ جوانی، مہر سپہر خوبی، ماہ برج محبوبی، شوخ و چالاک، طنز و بیباک - عشوگر، سیم بر، دل آرام، گل اندام، نواب اکیل محل صاحبہ کو جان عالم کی طرف سے معلوم ہو - نامہ 'عنبر شامہ، عطر آگین، بہجت تزئین، مفرح روح، مقوی دل، مدد جان، معاون رواں، سلسلہ 'محبت (ورق ۳۹ ب) وسیلہ 'موءدت، مسکن دل نالوں و مضطر، جامع پریشاں و بے پر، مایہ 'صبر و قرار، باعث تسلی دل غمخوار، مجاہد الدولہ بہادر کی

۱ - والدہ محترمہ واجد علی شاہ جو مقدمے کی پیروی کے لئے لندن گئی تھیں -

معرفت پندرہویں ماہ صفر کو رونق افروز بزم موصول ہوا۔ کاشانہ
 محبت روشن اور خانہ الفت رشک وادی ایمن ہوا۔ ادراک احوال
 خیریت مال سے ہمدوش مسرت ہوئے۔ مگر صدمہ فراق اور ولولہ
 اشتیاق سے بیتاب شدت ہوئے۔ تمہارا تو وہ حال ہے۔ ہمارا بیان سنو
 کدھر خیال ہے چہرہ ارغوانی زعفرانی ہے۔ فراموش ساری لن ترانی
 ہے۔ (ورق ۱ الف) عیش و عشرت کہانی ہے۔ ہر دم آہ سرد بھرتا
 ہوں۔ کروٹیں لے لے کر صبح کرتا ہوں۔ دیکھنے والے روتے ہیں۔
 منہ آنسوؤں سے دھوتے ہیں۔ شوق وصال ہر دم ترقی پر ہے۔
 ولولہ بوس و کنار شرح سے باہر ہے۔ جس دم کوئی بات تمہاری
 یاد آتی ہے بیساختہ لبوں پر فریاد آتی ہے۔ ہوش و حواس جاتے
 رہتے ہیں۔ فلک کی طرف دیکھ کے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اے بے سہر
 اوس ماہ سے اختر کو کب ملائے گا۔ کس روز چہرہ روشن (ورق ۱ ب)
 دکھائے گا۔ کس وقت عاشق و معشوق ہم آغوش ہوں گے۔ کس
 روز غم و رنج، دوری و فراق فراموش ہوں گے۔ وہ کہتا ہے
 تمہارے حال زار پر اور مصیبت دل بے قرار پر مجھے بھی رحم آتا
 ہے۔ عنقریب قرآن السعدین، اجتماع نیرین۔ بازیب وزین ہوگا۔ راقم
 مشتاق وصال محزون و پرالم جان عالم۔ ۱۵ صفر ۱۲۷۳ھ۔

آغاز سراپا اعجاز محبت نامیجات من ابتداء سن ۱۲۷۵ ھ لغایتہ ۱۔

(ورق ۴۲ الف) محبت نامہ اول

گل گلزار خوبی، ثمر باغ محبوبی، نوجوان ممتاز جہان، نواب
اکلیل محل صاحبہ زاد محبتہ، اے جان جان عالم کیا بیان کرے جو
مصائب گزرے۔ بارہ آدمیوں سے قلعہ کلمکتہ میں اٹھارہ مہینے سے ہوں
اور علاوہ تکلیفات وحشت اور تنہائی کے زیادہ تر جاں گداہی (کذا)۔
جان من تم سے دور ہیں۔ (ورق ۴۲ ب) ہم بے قصور ہیں۔ مگر
انشاء اللہ تعالیٰ گھبراؤ نہیں ہم تمہارے پاس خرچ بھجوانے کی جلد
تدبیر کرتے ہیں۔ پانچسو روپیہ عنقریب بھجواتا ہوں۔ قرض ادا
کرنا۔ باقی کی بھی تدبیر ہو جائے گی۔ اور مدام ارسال خطوط اور
خبر خیریت مزاج محبت امتزاج سے دل غمگین اختر شاد کیا کرو کہ
المکتوب نصف الملاقات کہتے ہیں اور اپنے علاج معالجہ میں غفلت نہ
کرنا اور ایک (ورق ۴۳ الف) خط بہجت نمط تمہارا چودھویں تاریخ
ربیع الثانی ۱۲۷۵ ھ کو ہمیں پہنچا۔ اوس کے دیکھنے سے جان غمگین
شادمان ہوئی کہ الحمد للہ سب صاحبوں کے بعد تمہیں بھی ہماری
یاد ہوئی۔ خیر۔ مصرعہ :-

عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است

صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آئے تو اوسے بھولا نہیں کہتے
ہیں اور جو تم نے یہ لکھا کہ نہ لکھنو میں رہونگی نہ کلکتہ میں
مجھے اپنے پاس قلعے کے اندر بلالو۔ جان من سبحان اللہ (ورق ۴۳ ب)
شریف اور نجیبوں کی یہی بات ہوتی ہے کہ برے وقت میں خاوند

کے کام آتی ہیں۔ مگر میں تو یہاں شب و روز سینکڑوں پہروں میں گرفتار ہوں۔ ہر وقت پہرے برابر رہتے ہیں۔ پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ پھر بھلا تمہاری پردہ داری کس طرح کرونگا۔ مگر اب بالفعل لاٹ صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ نے دو لاکھ روپے عنائیت فرمائے ہیں اور (ورق ۴۴ الف) ارشاد ہوا ہے کہ اگر اور بھی درکار ہوگا سرکار سے ملے گا اب مناسب ہے کہ با عزت و عصمت وہیں بیٹھی رہو اور ہماری رہائی کی دعا درگاہ الہی سے مانگے جاؤ۔ جب تلک میرے پاس موجود ہے تمہاری خبر لئے جاؤنگا نظر بخدا رکھو۔ اور ہراساں نہ ہو اور مجھے ہر وقت اپنا طلبگار سمجھو اور اپنی والدہ کو میری طرف سے (ورق ۴۴ ب) بہت بہت پوچھ دینا اور ایک غزل نئی تمہارے دل پہننے کو کہی ہے۔ جب طبیعت گھبرایا کرے۔ اسے پڑھ کر ہماری یاد کیا کرو اور جی بہلایا کرو۔

غزل

ایک حسرت طور پر بھی بہر موسیٰ رہ گئی
ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھوں کو تمنا رہ گئی
(ورق ۴۵ الف) آئینہ دیکھو تو صورت عکس آتی ہے نظر
میں تو خود حیراں ہو کیسی رسم دنیا رہ گئی
تصفیہ خوں کا کریں عذاب لب بتلا طبیب
کس قدر طاقت گھٹی ہے ہجر میں کیا رہ گئی
دل پھڑک کر چپ ہوا گلشن کا عالم دیکھ کر
اے گلو منقار بلبل وصف میں وا رہ گئی
کیا تجلی ہے کہ سینہ اوس کا روشن ہو گیا
یادگار اک نقل بہر طور سینا رہ گئی
(ورق ۴۵ ب) باغباں بہر گلستان میں ہوا باد خزاں
ہر کلی گلشن کی میرے دل سے مرجھا رہ گئی
دل کو ہم مجنوں صفت چھوڑ آئے کوئے یار میں
ناقہ آگے بڑھ گیا محمل میں لیلا رہ گئی

اے قمر طالع نہ کوٹھی پر ہوا تو وصل میں
 شام کو بھی آرزوئے روئے زیبا رہ گئی
 (ورق ۴۶ الف) مار ڈالوں گا ابھی جاں اپنی تیرے سامنے
 رخ پہ بل کھا کر اگر زلف چلیا رہ گئی
 ہو گیا دل قیدی زنجیر زلف مہ لقا
 محفل عیش و طرب ساری مہیا رہ گئی
 دم کی آمد شد ہے جیسے باد صرصر صبح کی
 روح اب مثل چراغ زیر جاما رہ گئی
 تو نہ سجدے کو جھکا محراب ابرو کی طرف
 طائر قبلہ نما حسرت تری کیا رہ گئی
 (ورق ۴۶ ب) کان کا یہ حال ہے مشتاق ہے آواز کا
 آنکھ کی صورت یہ ہے حسرت سے دیکھا رہ گئی
 آنکھ کو مدنظر دیدار ہے اس یار کا
 اور زباں نے ذائقہ الفت کا چکھا رہ گئی
 جمع اتنا کر کے کیا پایا خدا کے واسطے
 دولت حسن صنم اختر بتا کیا رہ گئی

حسن پر بہار رہے - چہاردہم ربیع الثانی (ورق ۴۷ الف)
 ۱۲۷۵ ہجری الراقم مہجور جان عالم عفیہ عنہ (کذا) - اور لفافے
 پر یہ عبارت ہوا کرے - سکتری فورین ڈیپارٹمنٹ معرفت دفتر خانہ
 میر منشی کونسل حوص سٹریٹ فقط -

محبت نامہ دوم

ممتاز جہان نواب اکلیل محل صاحبہ زاد محبتہ - بالفعل مبلغ
 پانصد روپیہ تمہاری پان خوری کے (ورق ۴۷ ب) لئے کرنیل کونیا ٹون
 میجر صاحب بہادر دام اجلالہ کی معرفت پہنچتے ہیں - تمہیں لازم
 ہے کہ رسید ہمیں جلد بجهواؤ اور اپنے مزاج کی خیر و عافیت ہمیں
 لکھو - کہ طبیعت مسرور ہو - ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۷۵ ہجری -
 راقم بادشاہ اودھ عفیہ عنہ فقط -

محبت نامہ سوم

شکیل و جمیل ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ سلامت
(ورق ۴۸ الف) ستائیسویں تاریخ جمادی الثانی کی مہینے میں ایک
قطعہ محبت نمط دست یاب ہوا - پانچ سو روپوں کی رسید پائی -
پانچ سو اور بھجوائے - اس کی بھی رسید جلد بھجواؤ - اور تمہاری
والدہ کے ڈیڑھ سو روپے اور عنائیت ہوئے ہیں - اور پچاس روپوں
کے حساب سے تمہاری ماں کی چھ مہینوں کی تنخواہ تین سو روپیہ اور
(ورق ۴۸ ب) آتے ہیں - غرہ رجب سے آخر ذی الحج تک میں تمہاری
والدہ کی چھ مہینے کی تنخواہ پچاس روپوں کے حساب سے بھجوا چکا
اب چھ مہینے تک کچھ نہ دوں گا یا تم مہینے مہینے اونہیں دینا یا
اکٹھا حوالہ کرنا جیسا مناسب سمجھو - اور رسیدیں جلد بھجواؤ اور
خرچ اس زمانے کے موافق بہت سنبھل سنبھل کے اوٹھانا - خبردار
اصراف نہ ہووے - ۲۷ جمادی الثانی (ورق ۴۹ الف) ۱۲۷۵ ہجری -
بقلم جان عالم تحریر شد - از طرف ذوالفقار الدولہ بندگی برسد فقط -

محبت نامہ چہارم

ممتاز جہان و تاج خواں
اے غنچہ دھن گل معطر
اے لالہ باغ نیک نامی
قائم رہے یہ تری جوانی (کذا)
جب تک ہے شعاع مہر تاباں
اکلیل محل نگار سلطان
اے زوجہ بادشاہ اختر
اے گلبن صحن خوش پیامی
گنگا جمنہ میں تا ہے پانی
اللہ رکھے ہمیشہ خنداں

پیشتر ساڑھے چار سو روپیہ تمہاری والدہ (ورق ۵۰ الف) کے
اس حساب سے کہ ڈیڑھ سو تو نقد اور پچاس روپیہ مہینے کے
حساب سے تین سو روپے چھ مہینے کی تنخواہ کی پیشگی اور پندرہ سو
روپے تمہاری ذات خاص کے واسطے یہ سب ملا کر اگلے پچھلے
دو ہزار نو سو پچاس روپے میں تم کو بھجوا چکا ہوں - اپنی رسیدیں

۱ - روپوں کی میزان تو ایک ہزار نو سو پچاس روپے بنتی ہے - نہ
جانے یہ دو ہزار نو سو پچاس کیسے درج ہوئی -

بھجوانا - اور خط بہت دیر کر کر کے آتے ہیں دل لگا رہتا ہے حسن پر بہار رہے - ۷ رجب ۱۲۷۵ ہجری بقلم جان عالم عفی عنہ - اور بالفعل ان دنوں ایک عجیب سانحہ گزر گیا کہ دل روتا ہے - نواب دلدار محل صاحبہ نے تیسری تاریخ اس مہینہ کی دنیا سے رحلت کی ہمیں چھوڑا - غلمان ہمیشی سے الفت کی - انا لله و انا الیہ راجعون -

(ورق ۶۱ الف) محبت نامہ پنجم

سروقد ، سہروش ، لالہ رخا ، سمن برا ، ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ سلامت - رجب کی بائیسویں کو ایک قطعہ محبت نامہ آیا - کلیجے سے لگایا - تم جھوٹی ہو - جو لکھتی ہو کہ میں متواتر خط بھیجتی ہوں - کل اس سمیت تین قطعے تمہارے آئے - اور لوگوں کے تیس تیس اور چالیس چالیس خطوں کی باری آئی - اور ہم نے بھی اسی قدر (ورق ۵۱ ب) اون کو جواب لکھے - تمہارے تین ہی آئے - ہم نے تین ہی جواب بھی تمہیں لکھے - طبیعت لگی رہتی ہے - جس وقت خط آتا ہے جان میں جان آتی ہے - اپنی والدہ کو میری طرف سے بندگی کہ دینا - بقلم جان عالم - ۲۲ رجب ۱۲۷۶ ہجری -

محبت نامہ ششم

اے ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ سلامت - شعبان کی چوتھی کو دو قطعہ خط پہنچے - مجھے جناب امیر کی اور خدا کی قسم ہے کہ میں تم کو تین ہزار سے اوپر روپے بھجوا چکا ہوں - نہ پہنچے تو میرا کیا قصور ہے - کل کی تاریخ یہ سننے میں آیا ہے کہ وہ جو دولا کہ لاٹ صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ سے میں نے مانگے تھے - وہ سب کو دے دلا کر اوٹھ چکے - اب دوبارہ رپورٹ اطلاعی روانہ ہوا ہے - دیکھئے کیا جواب آتا ہے - جب تک رپورٹ کا جواب نہیں آئے گا - جب تک (ورق ۵۲ ب) دھانید لکھنو کی ملتوی ہے - میں شرمگین ایسا ہوں کہ مارے حجاب کے خط تک لکھنے کو نہیں جی چاہتا ہے - زیادہ زیادہ - بقلم جان عالم - بتاریخ پنجم^۵ شہر شعبان ۱۲۷۵ھ - فقط -

محبت نامہ ہفتم

ممتاز جہان نواب اکلیل محل صاحبہ اختر کی جان - تم پر علی
کی امان - شعبان کی چھٹی تاریخ ایک قطعہ خط دست یاب ہوا - جان
من جو دو لاکھ روپیہ ہم نے سرکار (ورق ۵۳ الف) انگریز بہادر
سے لیا تھا - تم سب صاحبونکو دے دلا کر صرف ہو گیا اپنی جان کی
قسم ایک حبہ باقی نہیں رہا - اب بالفعل دوسرا رپورٹ اطلاعی سرکار
مملوحہ میں روانہ کیا گیا ہے جس وقت ہاں ناہ کا کچھ جواب آئے
گا - ویسا تمہیں لکھا جائے گا - اور بالفعل تو دہانید لکھنو کی ایک
قلم مسدود ہے اور میں تم کو تین ہزار سے اوپر اوپر روپیہ روانہ
(ورق ۵۳ ب) کر چکا ہوں - نہ پہنچے تو میرا کیا قصور ہے -
بندہ اس امر میں ہر طرح مجبور ہے - قید میں تمہاری دعا شام و سحر
ورد زباں رہتی ہے - آہ ہر دفعہ لب سے عیاں رہتی ہے - تم میں
دھیان لگا رہتا ہے - ہر آنکھ سے موتی موتی برابر ایک ایک آنسو
پڑا بہتا ہے - تمہاری والدہ کی بھی عرضداشت آئی کیا جواب لکھوں -
محبوب ہوں - مضمون واحد ہے - بقلم جان عالم عفی عنہ - ہفتم
(ورق ۵۴ الف) شعبان ۱۲۷۵ھ -

محبت نامہ ہشتم

ممتاز جان نواب اکلیل محل صاحبہ سلامت - شعبان کی تیرہویں
کو دو قطعہ خط محبت نامہ ایک میر عباد علی کے ہاتھ کا دوسرا
قدیم محرر کے ہاتھ کا پہنچے - جان من دو ہزار پانچ سو روپے تمہاری
ذات خاص کے لئے اور چار سو پچاس روپے تمہارے لواحقوں کے معہ
والد اور والدہ اور وغیرہ عزیزان (ورق ۵۴ ب) کہ جس کو تم چاہو
اپنی رائے سے تنخواہ مقرر کرو - اس حساب سے کہ ڈیڑھ سو روپیہ
نقد بموجب عنایت بہ کل لواحقان اور تین سو روپیہ پچاس روپیہ
مہینہ کے حساب سے اس میں جس کو چاہو علی قدر مراتب تم
تنخواہیں مقرر کردو بھجوا چکا ہوں - جس میں سے کل پانچ سو
روپیوں کی رسید دستیاب ہوئی ہے باقی روپیہ ہیچمنسن صاحب کی

کچھری سے جاد وصول کرو - (ورق ۵۵ الف) اور والد اور والدہ دونوں کا اسی جمع میں تنخواہ مقرر کرو - اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا - لغایت ذی الحج تک تنخواہیں میں دے چکا اور من ابتدائے غرہ رجب سے عنایت ہوئے ہیں - اب بعد اختتام ماہ ذی الحج پھر ہم سے کہنا و بس - بقلم جان عالم عفو عنہ ۱۳ شعبان ۱۲۷۶ ہجری -

محبتِ ناہقِ نہم

غزل در بحر ہزج مثنوی سالم - من کلام سلطان عالم عفو عنہ (کذا)
 (ورق ۵۵ ب) بنا دے نور کا پتلا خدایا میری مٹی کو
 بتونکے واسطے پتھر کا کر دے قلب کو جی کو
 عبث انگیزہ سے اپنا سینہ پر نور ڈھانپا ہے
 حبابوں نے دکھایا صاف اس ہیرے کی تختی کو
 نصیبوں پر ہمارے سنگدل آنسو بہاتے ہیں
 کرے گا شمع رو کیا موم اپنی تیرہ بختی کو
 آڑا دے گی مثال کاہ و خس ہر چرخ گرداں کو
 گلا دی گی ہماری آہ پتھر کی بھی سختی کو
 (ورق ۵۶ الف) سگ کوئے صنم کی نذر کیا ہوگا بتا اے دل
 جلایا سوز غم نے چوب ساہر ایک ہڈی کو
 چٹکتی ہے کلی گلشن میں یا آواز بوسہ ہے
 شگوفہ باغ دل کا جانتا ہوں ایک مچھلی کو
 بدی اپنی نظر آتی نہیں انسان کو دنیا میں
 چھپا کانٹا دیا اللہ نے ہر ایک مچھلی کو
 (ورق ۵۵ ب) صدائے اختلاط یار سے اڑ جائے گا بلبل
 اتراقمے سے سنا دے گال پر اے جانِ آبی کو
 ہر ایک نالے سے امواج صبا پانی سی ہوتی ہیں
 سمندر کر دیا اشک الم دیدہ نے ندی کو

پرستش اپنی صورت کی کرو تم سرخرو ہو گے
 نہ پوجو سبزہ رنگو گل چڑھا کر کالی دیبی کو
 بدی شرط تعشق یا زکات حسن بدلی تھی
 اوڑایا ہے ہوا پر کس لئے اے برق بدلی کو
 (ورق ۵۷ الف) گہر درلعل ہیں یا قوت ہیں یا پھول جھڑتے ہیں
 شرف پاتے زبان یار پر دیکھا ہے گالی کو
 کرو حسن دو روزہ پر نہ غرہ اے پری زادو
 لئے پھرتے ہو صیادو عبث دھوکے کی ٹٹی کو
 ہمارا طائر دل جس قفس میں پر شکستہ تھا
 بنایا خط نور مہر و مہ ہر ایک تیلی کو
 (ورق ۵۷ ب) روی کے قاعدے سے یہ غزل روشن ہوئی اختر
 عجب جلوہ دکھایا باندھ کر ایسے قوافی کو

ممتاز جہان ، جان من ، نواب اکلیل محل صاحبہ - معشوقہ
 اختر جنیان پیاری سلامت - محبوبہ خوش آہنگ ، معشوقہ یک رنگ ،
 بہار باغ ، نازک دماغ ، خوشتر ، فسونگر ، طرب آمیز ، عشق انگیز ،
 شمس الضحیٰ ، بدر الدجی ، نازنین طبع ، معشوق وضع ، سراپا بہتر ،
 مونسہ اختر ، مرغ سدرہ آشیانہ ، مطلوبہ یگانہ ، کو معلوم ہو
 (ورق ۵۸ الف) عشق میں حال دگرگوں ہے - جیسے حال خواب جاناں
 سنا ہے طبیعت مایل بخون ہے - ولولہ اور کشش دل آخر تصویر پر
 تنویر النقل مطابق الاصل کھینچ لائے ہے - اپنی جنیان کی صحیح شبیہ
 ہم نے پائی ہے - مگر رنگ لگانے والے نے برے برے اور بیہودہ
 رنگ لگا کر خراب کر دی ہے - اگر تم سے صحیح تصویر اپنی
 بھجوائی جائے تو ہم پر (ورق ۵۸ ب) نہایت احسان ہوگا - ہم
 اوس کا شب و روز نظارا کریں گے نقد دعائے جاہ و عزت اوس کے
 عوض میں دیں گے - اور ایک یہ غزل فرط ولولہ میں موزوں کی ہے -
 تمہیں شوق اکثر اشعار گانے کا ہے اس لئے طبیعت خون کی ہے -
 ۸ رمضان بقلم شوہر زینب بیگم ۱۲۷۵ ہجری -

محبت نامہ دھم

سمتاز جہان نواب اکیلی محل صاحبہ سلامت (ورق ۵۹ الف) شانزدھم رمضان کو ایک قطعہ خط پایا - جتنا روپیہ تم کو اور تمہاری والدہ کو بھیجا تھا اس کی رسیدیں مکمل بھر پائیں۔ اور زیادہ اس سے نہیں بھیجوا یا۔ خاطر محبوبہ قرین اطمینان ہو اور تمہاری والدہ کی بھی عرضداشت پہنچی۔ بسبب عدیم الفرستی کے جواب سے قاصر ہوں۔ میری طرف سے اون کو بہت بہت پوچھ دینا اور جان سن جس محرر نے تمہارا جواب لکھا تھا - وہ (ورق ۵۹ ب) بے نظیر اور صاحب درد ہے - اوسی سے اپنے قطعات محبت نامجات لکھوایا کرو - اور یہ جو ہمیشہ لکھا کرتا ہے ہمیں پسند نہیں - بد املا ہے اور عبارت نویسی میں دخل نہیں ہے - بقلم جان عالم ۱۷ رمضان ۱۲۷۵ ہجری -

محبت نامہ یازدھم

تاج فرق سخندانہ سمتاز جہان نواب اکیلی محل صاحبہ زاد جمالہ - دو قطعہ نامہ نامی اور صحیفہ گرامی بتاریخ (ورق ۶۰ الف) بستم شہر رمضان معہ اسمائے عزیزان اور لواحقان وصول پائے - دو ہزار پانچ سو روپے کی تمہاری اور چار سو پچاس روپے کی تمہاری والدہ کی یہ سب رسید ہم نے پائی - سنو صاحب مجھ سے فقط تمہاری والدہ کی ان دنوں خبر لی جائے گی - چنانچہ یہ جو ساڑھے چار سو تمہاری ماں کو ہم نے دئے پچاس روپے مہینے کے حساب سے لغایت ذی حج سنہ ۱۲۷۵ ہجری تک اور ایک سو پچاس (ورق ۶۰ ب) روپے بطریق عنایت - یہ اس طرح سے سب ملا کر ساڑھے چار سو ہوئے - اور کسی عزیز کی خبر نہیں لی جائے گی اور نہ آئندہ تم کسی کے باب میں لکھنا - جواب صاف ہے - ہاں تمہاری والدہ کی تنخواہ بعد انقضائے میعاد پھر اسی حساب سے بھیجوا دوں گا - بقلم جان عالم - مورخہ بست و یکم شہر رمضان سنہ ۱۲۷۵ ہجری - مبلغ ایک ہزار روپیہ عید الفطر کے جوڑے کے واسطے (ورق ۶۱ الف) اور بھیجتا ہوں - صحت الدولہ بہادر

اور میر واجد علی کی معرفت ہیچنسن صاحب کی کچہری سے وصول کرو۔
اور رسید بھیجو۔

محبت نامہ دوازدہم

زلیخا مثال ، پری خصال ، جانی پیاری ممتاز جان نواب اکیل
محل صاحبہ ہمیشہ عیش و راحت سے رہو۔ ہر بلائے ارضی و سماوی
سے محفوظ رہو۔ چودھویں کو شوال کی دو محبت نامے تمہارے اک
ننھا منا سا (ورق ۶۱ ب) پچیسویں ماہ صیام کا دوسرا بڑا لہبا و چوڑا
دوم شہر صدر کا میرے پاس پہنچا۔ سارا حال عشق کا اور نصیب
دشمنان علالت مزاج نازک کا اور علاج بہ تجویز برادر طبیب الدولہ
سے دریافت رائے ہمایوں ہوا۔ بڑی فکر اور تشویش ہوئی۔ ذرا پرہیز
رکھنا۔ کھٹہ مٹھہ بہت نہ کھانا۔ اگر ہم سے محبت ہے تو بخوبی
علاج معالجہ کرنا۔ اور میرا رنج جو کرتی ہو۔ صاحب۔ خدا یہ
بھی (ورق ۶۲ الف) آسان کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ملتے ہیں۔
ایسا ہی ہووے گا۔ کیوں رنج کر کے جان دو وہ کریم ہے شعر :-

اوسے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو اوس سے مایوس امیدوار

اور پچاس کم تین ہزار آگے تم کو میں نے بھیجے تھے۔ اور سب
رسیدیں بھی میرے پاس آگئی۔ ہاں بعد اوس کے ہزار روپیہ عیدی کے
بھیجیں ہیں۔ مصائب زندان بدستور (ورق ۶۲ ب) اور اب خرچ بھی
ہوچکا۔ اس سے اور بھی فکر ہے۔ اب رپوٹ گیا ہے۔ زیادہ شوق۔
فقط ۱۸ شوال سنہ ۱۲۷۵ ہجری۔

محبت نامہ سیزدہم

سرو چمنستان یکجہتی ، طوطی شکرستان خوش خلقی ، جان
جانان ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ سلامت رہو۔ با عز و شوکت
رہو۔ بعد گذارش گلدستہ ریاحین ہمکناری ، و اظہار شقائق و غنچہ
غمگساری ، اپنے پیارے (ورق ۶۳ الف) جوڑیکو حال درد دل پر ملال
لکھتا ہوں۔ رنگ ہجر و وصال لکھتا ہوں۔ اے بلقیس ، اے رشک

برجیس ، اے گوہر تابدار ، اے گل پر بہار ، بڑی دیر سے ہم آئے
 ہیں ۔ جھاڑ کنول تمہارے لئے بارہ دری سکندر باغ میں سجوائے ہیں ۔
 صاحب تم کہاں تھیں ۔ نہ یہاں تھیں نہ وہاں تھیں ۔ خدا کے واسطے
 سچ بتاؤ ۔ ذرا ہاتھ تو ادھر لاؤ ۔ میرا دل دیکھنا کیسا دھڑکتا ہے ۔
 مثل (ورق ۶۳ ب) طائر مذبح پھڑکتا ہے ۔ لو پھر میں اب سوار
 ہو جاؤں ۔ تمہارے واسطے بھی گاڑی جو کر تیار کروا منگواؤں ۔
 کوچوانوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھوا دوں ۔ جوانان چمن پھر رہے
 ہیں کوئی قصہ پڑھ کر اونہیں بھی کھسکا دوں ۔ آب شبنم سے برگ
 درختاں دھو جائیں ۔ ملکہ عالمیان سلامت ۔ اب ہمارے تمہارے وصل
 کے موقع ہو جائیں ۔ حمام سکندر باغ طیار رہے ۔ حکم دیجئے تو خزانے
 کا پانی حوض کی (ورق ۶۴ الف) تہہ میں بہے ۔ خزانہ بالا خانہ
 کھلوا دوں ۔ آبشاروں کو اپنے حال زار پر رلوا دوں ۔ قمریاں دلق
 خاکستری کریں ۔ بلبل شکوہ بے پری کریں ۔ پتے کف افسوس ملیں ۔
 آتش گلزار اور اخگر حسد سے باغبان جلیں ۔ اے سرو ریاض دوستی ۔
 اے گل گلستان یک رنگی ۔ ہائے افسوس ہائے افسوس ۔ کیسے کیسے
 جلسے دن رات رہتے تھے ۔ ہمارے تمہارے دشمن کبھی یوں رنج فراق
 و زندان (ورق ۶۴ ب) کاہیکو سہتے تھے ۔ چمن زر گل سے مالا مال
 تھے ۔ درختان باغستان سرتا پا نہال تھے ۔ آہ کس کی نظر بد لگ گئی ۔
 جو صیاد کو بلبلوں سے کد لگ گئی ۔ شکوہ بے جا ہے ۔ تقدیر کا لکھا
 ہے ۔ نام ہی اوس کا صیاد ہے ۔ اس کا اظہار باعث آہ و فریاد ہے ۔
 خزاں کی گرم لوؤں کے جھونکے لگ چکے ۔ داغ سبھوں کے لگ چکے ۔
 اب کچھ مطلب بھی سنایا چاہئے ۔ دل میں چوٹ لگتی ہے ۔ اس مضمون
 سے قلم پھرایا چاہئے ۔ اے تاج فرق حسیناں ، (ورق ۶۵ الف) اے
 ستارۂ افشان مہ جبینان ، نامہ محبت طراز مثل یار ہمراز شہر ذی قعد
 سنہ ۱۲۷۵ ہجری کی دوسری تاریخ آیا ۔ واللہ ہمارے ایک شعر پر کئی
 طرح کے مخمس نے بڑا مزا دکھایا ۔ روی کے قاعدے و اے مصرعوں
 میں سے مصرع اول شاعر برائے نشاندہی نوک زیرخامہ عطر شمامہ ہوتا
 ہے ۔ واللہ ایک ایک مصرعہ مروارید رشتہ فکر میں پروتا ہے ۔ مصرعہ

مخمس مرسلہ، ملکہ، جمہانیاں ممتاز جمہاں (ورق ۶۵ ب) نواب اکیل محل
صاحبہ زینب بیگم زاد محبتہ، کہ بہ قاعدہ و صنعت قافیہ روی بر شعر
غزل راقم چسپیدہ بود - بنا بر نشاندهی مصرعہ :-

چمن ہے ابر ہے خلوت ہے اور آرام کی ہر شے

الی آخرہ - جان من اور اشعار غزل چسپیدگی، مصرعہ ہائے خوش فکر
شاعر بے نظیر سے محروم رہے - اس سبب سے ہم نہایت مغموم رہے کہ
شاید وہ لائق مخمس نہ ٹھہرے - وہ اچھے (ورق ۶۶ الف) بس نہ
ٹھہرے - اے سری جان! اے زوجہ سلطان! اسی کاتب و شاعر
خوش نویس و خوش فکر و خوش تقریر کے واسطے آگے بھی تحریر
کر چکا ہوں - ان کی ملازمی اور تنخواہ کی تدبیر کر چکا ہوں -
رویائے صادقہ بھی تم نے انہی سے لکھوایا تھا - ایک ایک آنسوؤں سے
اوسے پڑھوا کر رولایا تھا - مگر آج تک ہماری اوس تحریر کا جواب
نہیں آیا - ایک لفظ بھی اوس تقریر کا جواب نہیں آیا - (ورق ۶۶ ب)
اب پھر بار دگر لکھتا ہوں - مکرر لکھتا ہوں - کہ اوس کاتب خوش
تقریر کا نام لکھوا بھیجو - اور بحر متقارب مثنیٰ مقصورا لآخر میں بھی
کچھ کلام لکھوا بھیجو - تو ہم اوس کے نام کو دفتر پر لکھ لیں -
اور خطاب اوس کا راقم عشق اختر لکھ لیں - ہمیں منظور ہے کہ جب
سے تم نے ماشاء اللہ ہوش سنبھالا ہو - اور اے الان جو جو سوانحات
اور تعشق اور فرط تعشق تم سے ہمارے واسطے صادر ہوا ہو - اون
سب (ورق ۶۷ الف) واردات کو یہ شخص پانچ چھ ہزار شعر میں اور
بحر متقارب مثنیٰ مقصور میں بقید تسطیر لائے - اور لطف تحریر راست
راست سوائے مبالغہ شاعری دکھلائے - اور ایک ایک دو دو جز بتدریج
تمہارے محبت نامے کے ساتھ بھیجتا چلا جائے - تو اے روان من یہ
فرمائش ہماری اور اس کا انصرام دور از محبت نہ ہوگا - اور بعید از
خلت نہ ہوگا - جی تو یہ چاہتا ہے کہ کتاب مثنوی ممتاز (ورق ۶۷ ب)
کہ یہ نام بھی اوس مثنوی کے واسطے زیبا اور لائق ہے - مجلد اور
اور محشی اور مطلا اور مذہب اور منقر کروا کے ہمارے پاس بھجواؤ -

جو صرف اس کا ہوگا وہ متعلق ہم سے ہے۔ اور جو یوں نہ ہو سکے تو ایک ایک دو دو جز میرے پاس روانہ کرتے جانا۔ میں یہاں حسب مرضی خود اوس کی طیاری کروا لوں گا۔ اور چھپنے کی بھی تدبیر کروں گا۔ دیکھو تمہیں خدا کی قسم میری اس فرمائش کو بھول نہ جانا (ورق ۶۸ الف) حسب الایماء میرے عمل میں لانا۔ کس واسطے کہ یہ شاعر نایاب ہے۔ در خوش آب ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے عشق کا مزا اس کی زبانی سنوں۔ وجد میں آ آ کر مزا اٹھاؤں۔ سر دھنوں۔ کچھ بات نہیں۔ کچھ ایسی بڑی کرامات نہیں۔ ہماری خوشی اوس کا کام ہوگا۔ تمہارے عشق اور ہمارے حسن کا تا قیامت نام ہوگا۔ الہی جب تک خیمہ فلک اوتاد ستارگان سے چست ہے۔ (ورق ۶۸ ب) اسباب عیش مدام رہیں۔ تا روز قیامت ہمارے تمہارے حسن و عشق کے نام رہیں۔ بقلم پرالم جان عالم۔ ذی قعد سنہ ۱۲۷۵ ہجری۔

محبت نامہ چہاردہم

خوشرو و جمیل ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ سلامت۔ نمیقہ مسرت وثیقہ نویں تاریخ کو برہم زن متاع صبر و قرار ہوا۔ صاحب واقعی مجھ سے چوک ہوئی۔ بھلا تم نامحرم کے سامنے کیونکر ہو سکتی ہو۔ اب خدا (ورق ۶۹ الف) جب ہمیں تمہیں یک جا کرے گا جبھی تمہارا چہرہ پر نور دیکھوں گا۔ اے مایہ سرور و شادمانی غزل بھی اچھی تھی۔ مگر جس شاعر نے تمہارا جواب لکھا تھا۔ وہ نایاب ہے۔ کئی دفعہ ہم نے لکھا کہ تم اپنے خط اوس سے لکھوایا کرو۔ مگر شاید ہمارا خط تم تک نہیں پہنچا نہیں تو ضرور تم حسب الرضا ہماری کاربند ہوتیں۔ اور نہ مجھے اوس شاعر کا نام معلوم ہے (ورق ۶۹ ب) تم اوس شاعر کا نام لکھو یا بھیجو۔ ہم اوسے نوکر رکھ لیں۔ اشتیاق ملاقات تمہارا از حد ہے کہ شرح اوس کی نہیں ہو سکتی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ جلد تر شام ہجر کو بصبح وصال مبدل کرے۔ بقلم جان عالم مورخہ دہم ذی قعد سنہ ۱۲۷۵ ہجری

اور ان دنوں مجاہد الدولہ پھوپھا صاحب نے بھی باوجود کلام اللہ اٹھانے کے اور قسم کھانے کے ہمارا ساتھ (ورق ۷۰ الف) چھوڑ دیا اور موجی کہولیمیں آج راہی ہو گئے۔ خسرہ الدنیا والآخرہ۔

محبت نامہ پانزدہم

عاشقہ صادقہ نواب اکیل محل صاحبہ ہمیشہ سلامت رہو۔ بعد اشتیاق دیدن دیدار فرحت آثار کے معلوم ہو۔ نمیقہ مسرت وثیقہ پندرہویں ذی قعد سنہ الیہ کے پہنچا۔ اوس سے دینا نقل محبت ناموں کا امیر علی خان کو (ورق ۷۰ ب) معلوم ہوا۔ اور نہ پہنچنا تو دو ناموں کا مفہوم ہوا۔ صاحب تمہارے سر کی قسم جب تمہارا محبت نامہ آتا ہے اوسی دن یا دوسرے دن میں نے جواب لکھے۔ اور جو فرصت نہ ہووے یا کچھ طبیعت بے لطف ہووے تو ذوالفقار الدولہ سے لکھوا کے آپ سن کے روانہ کر دیتا ہوں۔ تم تک نہ پہنچے تو کیا لاچاری ہے۔ بالفعل تمہارے عید الضحیٰ کے جوڑے کے واسطے (ورق ۷۱ الف) ہزار روپیہ بھیجوائے ہیں۔ جس وقت وصول ہوویں رسید سہری بھیجوانا اور بالفعل اپنے کلام کو جمع کر رہا ہوں۔ اس وجہ سے مجھے فرصت نہیں ہے۔ مگر جواب تمہارے محبت نامے کا ذوالفقار الدولہ سے لکھوا دیا ہے خود سن لیا ہے۔ اگر تا جمع ہونے کلام میں اپنے ہاتھ سے نہ لکھوں۔ تو کچھ اور خیال نہ کرنا۔ کم محبتی تصور نہ کرنا۔ انشاء اللہ جب اوس سے فراغت ہووے گی۔ بدستور (ورق ۷۱ ب) نظم و نثر لکھوں گا۔ فقط۔ اور نواب مجاہد الدولہ دسویں کو شہر مذکور کے موجی کھوے کو گئے۔ اور سہتاب الدولہ کو سب نقلیں تو دو ناموں کی دینا۔ اور دیا کرنا اور مکرر یہ کہ ایک کتاب اپنے محبت ناموں کی تاریخ وار جس طرح ہونے بھیجے ہوں۔ خوش تقطیع بین السطور اچھا مطالعہ مذهب منقش کروا کے ہمارے پاس بھیجواؤ۔ مگر جس طرح ہم نے لکھا ہے۔ نظم و نثر اوسی ترتیب سے اور دیباچہ (ورق ۷۲ الف) اوس کا اپنے پر کرنا۔ کہ یہ محبت نامہ مرسلہ جان عالم ہم نے اپنے فرط محبت

سے جمع کئے اور اوس کا نام تاریخ ممتاز رکھنا۔ اور بعد اوس کے تحفہ جلد اوس کی بنوا کے ہمارے پاس بھجواؤ۔ اور ہر ہر مہینے کے بعد یہی شغل جاری رکھنا کہ اوسی تقطیع اون کے موافق درست کروا کے بعد انقضائے ماہ ہمراہ محبت نامہ وہ اوراق روانہ کر دیا کرنا۔ ہمارے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور (ورق ۷۲ ب) رہے گا۔ اور جو کچھ اوس میں صرف ہوگا وہ ہم سے متعلق ہے۔ زینہار کچھ اس میں پس و پیش نہ کرنا۔ تھوڑے لکھے کو بہت جاننا۔ از قلم ذوالفقار الدولہ بموجب حکم۔ ۱۷ ذی قعد سنہ ۱۲۷۵ ہجری۔

محبت نامہ شانزدہم

حسینہؑ با آبرو، عنبرمو، لالہ فام، مہر مقام، محبوبہ السلطان، ممتاز جان، ہجر یار سے بے کل، نواب اکلیل محل، وادی وحشت نصیب دشمنان رہے۔ اور بوستان (ورق ۷۳ الف) موانست برائے دوستان رہے۔ بعد معانقہ ابدان روحانی اور ارواح جسمانی، بلبل قلم کو ترانہ سنج دعا کرتا ہوں۔ تمہارے تپ فرقت سے مرتا ہوں۔ دو قطعہ نمیقہ موالفت وثیقہ ذی قعد کی بیسویں تاریخ آئے۔ تاب و توان بدن زار میں لائے۔ ایک مورخہ غرہ ذی قعد سنہ الیہ اور دوسرا مرقومہ پنجم شہر حال و سنہ الیہ کا۔ پانچویں خط میں یہ غزل تھی۔ (ورق ۷۳ ب) جس کے مطلع کا حصہ اول بنا بر یاد دہی لکھا جاتا ہے۔ مصرعہ:۔

واہ کیا وقت پر اے جان جہاں یاد کیا

الی آخرہ اور ہچکی کا آنا اور زیب محل صاحبہ کا طعنہ زبان پر لانا، اور غرہ ذی قعد والے خط میں پھر ایک خواب کا ڈھچر باندھا تھا۔ خدا جانے جھونٹھ نرا مبالغہ شاعری تھا۔ یا در اصل سچ تم نے یونہی دیکھا تھا۔ اے جان من خواب دروغ بیان کرنا (ورق ۷۴ الف) بڑی معصیت عظیم ہے۔ کیا تم نے سنا نہ ہوگا۔ اور یوں شاعری کے لئے اور ہزار پہلو دھرمے ہیں۔ بالفعل غم ہجر ستاتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ رنج قید و زندان تمہارے عاشق پر بدستور ہے۔ مگر یہ شیدا

تمہارے عاشقوں میں مشہور ہے - منشی علی اکبر چالیس روپیہ مہینہ کے ملازم ہو چکے - پانچ عدد انگشت مرصع تم کو بھجوائے ہیں -
 قلم جان عالم (ورق ۷۴ ب) مورخہ ۲۲ ذی قعد سنہ ۱۲۷۵ ہجری -
 اور بالفعل نورتن مرصع ایک جوڑی تمہارے واسطے پہنچتی ہے - جب پانا - رسید بھجوانا - فقط -

محبت نامہ ہفتدہم

نواب اکیل محل صاحبہ اختر برج سعادت سلامت - پس از مراسم شوق مدعا نگار ہوں - ایک خط مورخہ نہم ذی قعد سنہ الیہ میں یہ غزل ہے - مصرعہ از غزل مرسلہ محبوبہ :-

طلب دل کو پھر ہے تمہاری نشانی

(ورق ۷۵ الف) اور مبارک منزل میں نشانی ان کوٹھیوں کی دینا -
 جان من بسا تعجب ہے کہ مبارک منزل مکان مسکونہ نواب زیب محل صاحبہ تھا نہ تمہارا - اور نہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہاں میں نے تم کو کوئی نشانی دی - بہر صورت اعادہ اس کا کیا ہے - یقین ہے تمہیں پہنچی - قلم جان عالم ۲۵ ذی قعد ۱۲۷۵ ہجری از طرف محمد سجاد بندگی -

محبت نامہ ہشتدہم

(ورق ۷۵ ب) ممتاز جہان نواب اکیل محل صاحبہ سلامت غرہ ذی حجہ سنہ الیہ کو محبت نامہ تمہارا معہ غزل عبارت منشی اکبر علی خان توقیر مرقومہ اونیسویں ذی قعد ۱۲۷۵ ہجری کا ہمیں وصول ہوا - نہایت خوش دل ملول ہوا - سارے افسانے اگلے پر یاد دلائے - بڑے رنج اوس سے یاد کر کے اوٹھائے - بے میرے اب کیا ہوا ہے اگر خدا دے تو سب کچھ پھر (ورق ۷۶ الف) اوسی طرف سے ہوگا - وہی ہم ہوں گے وہی تم ہوگی - وہی باغ وہی چمن اور کیا حال اپنی مصیبت کا لکھوں - کہ برابر لکھتے شرم آتی ہے پس کہاں تو وہ سامان تھا کہ جس کا ادنیٰ سما تم نے لکھا ہے کہاں ہم اب وہی ہیں کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرتے ہیں

گھڑیوں آدمیوں کو پکارا کرتے ہیں - خیر شکر ہے - بہر حال وہ خالق ہے - جو اوس کی مرضی - کیا عجب ہے - (ورق ۷۶ ب) کہ پھر ہم ویسے ہو جائیں - اور اب دن بھلے آئیں - اللہ رحم جلد کرے کہ اب تاب طبیعت باقی نہیں ہے - ذی حج سنہ الیہ - از قلم ذوالفقار الدولہ بموجب حکم - از طرف نویسنده بندگی -

محبت ناءۃ نوزد ہم

سرتاج محبت شعاران - افسر وفاداران ، نواب اکیل محل صاحبہ خوشحال رہو - نہال رہو - زبان کیا منہ رکھتی ہے کہ جو داستان اشتیاق (ورق ۷۷ الف) قصہ فراق کو لب پر لائے - اور قلم بے مغز اپنی ریشہ دوانی سے لکھے تو سینہ چاک ہو جائے - الحمد للہ کہ تمہاری دعائے قلبی قبول ہوئی - مسرت جاوید حصول ہوئی - یعنی ذی حج کی ساتویں تاریخ ہفتے کے دن بلائے ناگہانی آفت آسمانی سے نجات پا کے اپنی فرودگاہ قدیم میں آئے - گلہائے بہجت و شادمانی جیب و دامن طبیعت میں لائے - (ورق ۷۷ ب) اس دن کو شب معراج عیش و نشاط کہنا بجا ہے - اور عید عشرت و انبساط سمجھنا روا ہے - حق تعالیٰ اتنا فضل و کرم فرمائے - کہ ہمیشہ مکروہات و ترددات دنیا سے بچائے - نامہ نامی تمہارا پانچویں شہر مذکور کا لکھا ہوا صادر ہوا - باعث تسلی خاطر ہوا - مضمون اوس کا اس قدر میٹھا تھا کہ مزہ قند جس کے روبرو سیٹھا تھا - بین السطور کی نہ بات پوچھو کہ کہکشاں اوس کی کنیز ہے - اور روانی عبارت کی کوثر و تسنیم عزیز ہے - جناب باری وہ ساعت وصل بھی لائے تم کو ہم سے ہم کو تم سے ملائے - زیادہ بہر حال خیریت ہے - مطلوب تمہاری عافیت ہے - راقم سراسر اشتیاق سلطان عالم مشتاق ۱۴ ذی حج سنہ ۱۲۷۵ ہجری بقلم میر آغا -

محبت ناءۃ بستم

خوش عمل نواب اکیل محل صاحبہ زاد حسنہا - (ورق ۷۸ ب) صحیفہ محبت طراز ، مودت انجام ، فرحت آغاز ، تمہارا تکمہ گریبان

وصول ہوا - بہت خوش اختر ملول ہوا - مطلب کھلا - غنچہ دل
 کھلا - ہم داستان اشتیاق کو کیا لکھیں - یہ کہو فراق میں کب تک
 دکھیں - سچ کہنا تمہارا کیا حال ہے ہماری مفارقت کا کچھ بھی
 ملال ہے - دیکھو جھوٹ نہ کہنا - جادۂ الفت میں ثابت قدم رہنا -
 مزاج کا حال کیا بتاؤں - (ورق ۷۹ الف) کس طرح میں اپنا دل داغدار
 دکھاؤں - خدا کی قسم بہت بیتاب ہوں - خدا تمہارا وصل نصیب
 کرے - زمانہ فرحت قریب کرے - اور خطوط کے بھیجنے میں تساہل
 نہ کرنا - دیکھو ہماری فرمائش میں تغافل نہ کرنا - آنے کے باب میں
 پیشتر بھی تم کو لکھ چکا ہوں - اختیار ہے - ہماری طرف سے نہ اجبار
 ہے نہ اصرار ہے - زیادہ زیادہ - بقلم میر محمد صفدر علی - مرقوم
 ہفتہ شہر صفر سنہ ۱۲۷۶ ہجری -

